

۴۷

NOT TO BE ISSUED ۰۲، ۰۲، ۰۲

۷۸۶



CHECKED

مستند

(غزلیات)

CHECKED 1995

Checked
1987

۱۳۱۷ھ سے ۱۳۲۷ھ تک

(کیفی حیدرآبادی)

۵۲۰۷۲	واغله
۲۰۱۷	فن
۱۷۷۷	فنا

فہرست

(سمت)

- صفحہ مطلع کا پہلا مصرع ۱۴ جگہ ہر دو الموسوں کی دل شکر میں
- ۱ خم بسو ساغر صراحی جام پیمانہ مرا ۱۵ زہے قسمت کہ میں ناخو استہ ہوا جہت تو
- ۲ کیا قیامت ہو ذرا اہل محشر! دیکھنا ۱۶ بدنام ہوں دلیل ہوں سوا ہوں غار ہوں
- ۳ اب بھی شید ہر زمانے کا زمانہ تیرا ۱۷ خلاف طبع نازک کرتے ہیں جو کام کرتے ہیں
- ۴ نہوا وعدہ دل آپے پورا نہوا ۱۸ قیامت کی کشش ہی تیری دے اٹکھوں میں
- ۵ دھیان ہم نے ترا او شعبہ گرا چھوٹا ۱۹ ہماری طرح نا اہلوں کو کیوں ناحق تائیں
- ۶ دنیا میں جو معشوق ستم گار نہوتا ۲۰ خدا شاہد نہیں اندیشہ سود و زیاں مجھ کو
- ۷ بجلیاں کوندتی ہیں اور ہر برسا کی را ۲۱ دوستی بھجے اُن سے ابتدا ایسی تو ہو
- ۸ آنکھوں نکلے ہیں سے سخت جگر آج ۲۲ فریب جن لاف عشق نے رسوا کیا مجھ کو
- ۹ وہ برستہ فسانہ ہر زبان شمع تربت ۲۳ جیسی بھیجے بھائیں گے اس فتنہ گر کے ساتھ
- ۱۰ چنی ہو تم نے کفان جس سے تاباں ۲۴ کی ہر کچھ تقلید انداز خرام یار کی
- ۱۱ تسلط بعد مجنوں کے ہوا اپنا بیاباں ۲۵ ہر اک سے مل کے ہتی ہو الگ بیاباں میری
- ۱۲ کمین پوشیدہ ہیں وہ عشق کی نیکیاں ۲۶ اگر نکلے غبار آمیز آہ آتشیں اپنی
- ۱۳ میں تو ہوں رکھ زندہ مجھے اُس دن کی آفت ۲۷ کس کے دل میں کھپ گئی کس کی نظریں زچ کی
- ۱۴ آرزو نہ تہنا ہو نہ اراں دل میں ۲۸ منظور ہو نظارہ جس کو وہ آئے جھانکے
- ۱۵ خدا کی یہ خدائی ہو جس اکثر نکلتے ہیں ۲۹ تھم تھم کے ٹپکتا ہو مرے دیدہ ترے
- ۱۶ تکلف کیا ہو سیے گھر کو اپنا گھر بنائیں ۳۰ جلوہ ترا اسیر طلسم خیال ہو
- ۱۷ ناستا ہوں کہ مجھے تاب نظار آئیں ۳۱ کسی پر جان جاتی ہو کسی پر دل تصدق ہو
- ۱۸ تھیں فرض میں اب بن سنا لیت بھی ۳۲ تھیں فرض میں اب بن سنا لیت بھی

۲۷ دست آل خانہ غرابی نظر میں ہو ۳۲ کیسی برہمی جب سامنے پیمانہ آتا ہو
 ۲۸ مجھخت جان سے قاتل! کیا کیا گزند پہنچے ۳۳ لے کے دل منہ پھیرے ارجان بن کر جان لے
 ۲۹ قسملب پنچر ہاتھ میں آنکھوں میں تھی ہو ۳۴ کر کر کے ظلم ہم پر مظلوم آپ ٹھیرے
 ۳۰ وہاں تو دل جلانے کے لیے آغاز ہوتا ہو ۳۵ قسمت معکوس ہو رہی ہو
 ۳۱ خوش چشم خوش بھی ہو وہ خوش نظر بھی ہو ۳۶ اُن پہ الزام نہ آئے مری ناکامی سے
 ۳۲ فکر سادہ نہ تلاش معاش ہو ۳۷ میری طرح نہ آہ کوئی بے اثر کرے
 ۳۳ لب پہ تعریف تری آئی ہو ۳۸ اک آگ سی لگی ہو سی سب تن بن ہیں
 ۳۴ اپنے سائے سے چھجکتے تھے جو پہلے پہلے ۳۹ ابھی تک چشم گریاں میں نمی ہو
 ۳۵ ترکِ الفت کا ارادہ قصدِ پوشی بھی ہو ۴۰ میں کہتا ہوں اُسے تو میری جاں ہو

سہولت

صفحہ	سطر	کیا لکھنا تھا	کیا لکھا گیا	صفحہ	سطر	کیا لکھنا تھا	کیا لکھا گیا
۴	۱۰	مستور	مستور	۱۴	۳	ادھر عصیاں	ادھر عصیاں
۵	۲۱	ہی	کب ہی	۱۴	۱۴	کب ہی	کب ہی
۹	۹	معنا	مجھی سے	۱۴	۱۸	مجھی سے	مجھے سے
۱۰	۱۶	لیجے	اس قابلِ زباں	۲۳	۵	اس قابلِ زباں	اُس قابلِ زباں
۱۰	۱۸	ہم سا	کروں گا	۲۳	۹	کروں گا	کروں کا
۱۰	۱۹	کنہ	بائیں ہیں	۲۳	۱۹	بائیں ہیں	بائیں ہیں
۱۱	۶	وابستہ	کھپ گئی	۲۴	۴	کھپ گئی	کھپ گئی
۱۱	۲۱	ڈھونڈ لیں گے	چشم بد دور	۲۴	۷	چشم بد دور	چشم بد دور
۱۳	۶	نری	فرقت کی داستان	۲۴	۱۸	فرقت کی داستان	فرقت کی داستان
۱۳	۷	بھی	خود پسند	۲۸	۲۱	خود پسند	خود پسند
۱۳	۹	سائے	خیر	۲۹	۱۱	خیر	خیر
۱۵	۷	متھاری چشم	آئینے	۲۹	۱۱	آئینے	آئینے
۱۶	۱	ہوں	جتنے	۳۳	۱۵	جتنے	جتنے
۱۶	۶	خوار	بیت اخزن	۳۶	۱	بیت اخزن	بیت اخزن
۱۶	۱۷	ہنس کر	سااں کی	۳۶	۸	سااں کی	سااں کے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مرست

الف

۱۴۲۷ھ سے ۱۳۲۷ھ تک

خم بُو۔ ساغر۔ صراحی۔ جام۔ پیمانہ مرا
 میرے ساتی باجب مرا تو ہو تو مخی خانہ مرا
 بے نیاز نہ طبعیت دل ہوشا مانہ مرا
 بھیس تو یوں دیکھنے کو ہر نفسیانہ مرا
 ہر طرف مشق تصور سے ہر نقشہ باریکا
 میرے حق میں جنت الماویٰ ہو کا شانہ مرا
 تم یہاں کیا آئے گویا اک خدائی الگ
 آج تو اک محشر تال ہو جو بلو خانہ مرا
 ساز و ساماں میں مری یہ بے درسامانیا
 باغ جنت سے بھی اچھا ہی۔ یہ دیرانہ مرا
 بعد مدت کے ہوئی ہو قدر۔ اب کہتے ہیں وہ
 آج تک میرا ہی دیوانہ ہی۔ دیوانہ مرا
 دشمن اپنا آپ ہوں میں دوست اپنا آپ
 کوئی دنیا میں لگانا نہ ہونے بے گانہ مرا
 میں یہ کہتا ہوں پیرانی آگ میں گرا ہو کون
 شمع کہتی ہو مگر ایسا ہی پروانہ مرا
 درد دل میرا ہوا، ہی باعث آرام یار
 نیند آنے کے لیے سنتا ہوا انسانہ مرا
 امی خار و لال اب تو سر اٹھانے دے مجھے
 ہو گیا ٹرکا ہلاتا ہو کوئی شانہ مرا
 شعر کیا۔ نعرہ بھی سن کر کہتے ہیں کفّی ہو
 چھپس سکتا کہیں انداز مستانہ مرا
 (رسالہ اردو معلیٰ علی گڑھ) (۱۹۰۵ء)

درد خار عشق مرے۔ سر ہوا تو کیا
 سو داہو ہو چکا ہو۔ وہی پھر ہوا تو کیا
 وہ جو شس داہو ہی بے داہی نہی
 ہنگامہ روز حشر کا تر بھر ہوا تو کیا
 اب وہ غم فراق کی لذت کہاں نصیب
 غمگین دل۔ اگر مری خاطر ہو تو کیا

انہی

عیاں

نہ

نہ

نہ

نہ

نہ

نہ

نہ

نہ

نہ

نہ

نہ

نہ

نہ

نہ

نہ

نہ

نہ

نہ

نہ

نہ

نہ

نہ

اب وہ دماغ ہی نہ رہا ای جنوں عشق!
 اب چشم امتیاز کی منت، اٹھائے کون
 اب دل میں حسرت شب امید ہی نہیں
 ہم ہیں ہی مگر وہ طبیعت، وہ دل کہاں
 سمجھائے کیا اسے جو نہ سمجھے کسی کی بات
 محشر میں ہو رہی ہو قیامت، تو ہونے دو
 وہ صلح کل پسند طبیعت۔ نہیں رہی
 ہم اپنے درد دل کی کہانی سنائیں گے

کہتے ہیں شاعری جیسے کیفی! وہ اور ہی
 صیفہ جلد (۱۱) نمبر ۱۲۲۳
 ہونے کو کوئی ناظم و ناشر ہوا تو کیا

کیا قیامت ہو۔ ذرا ای اہل محشر دیکھنا
 مجھ کو مرگ ناگمانی کا فرا دیتا ہو۔ مے
 دیکھنے کو دی ہیں جب آنکھیں ہیں اللہ نے
 ناز میں قابل مراکتا ہو (خبر پھینک کر)
 گنبد چرخ کہن میں اب توجی لگتا نہیں
 تیری۔ غیروں سے جو تھی درپردہ سازش لگتی
 کان جب تک ہیں ملامت گر کی تھی چاہے
 یہ ادائے خاص ہی تجھ ہی میں تصویر یاد
 ساتھ دے اپنا اگر وہ کافر خاطر نشیں
 آسمان سر پٹھا رکھا ہو شور عشق سے
 دار و گیر حشر ہو۔ زیادہ بھی ہو کیفی بھی ہو

اُن کی یہ نیچی نگاہیں میرا اوپر دیکھنا
 بھول کر میری طرف تیرا استمگر! دیکھنا
 بچ و غم جو کچھ دکھاتا ہو مقدر۔ دیکھنا
 ہی یہ کتنا سخت جاں اللہ اکبر! دیکھنا
 دوسری دنیا میں۔ کوئی دوسرا گھر دیکھنا
 میری آنکھوں میں ذرا آنکھیں ملا کر دیکھنا!
 آنکھ جب تک ہو۔ تراروے منور دیکھنا
 کوئی تجھ سے سیکھ لے سب کو برابر دیکھنا
 بات کہے میں ہی کیا ہوا اکابر چل کر دیکھنا
 حضرت انسان کی قیمت کا چکر دیکھنا
 کون کرتا ہو بھلا یہ معرکہ دیکھنا

اب
 ایک
 فرط
 ضد
 دل
 کمر
 دل
 میں
 ہوتی
 دل

میر
 نچو
 مجھ
 مجھ کو

صیفہ
 نہوا
 جب
 یوں
 پھوٹ
 گتھیا

تو کیا
تو کیا
تو کیا
تو کیا
تو کیا
تو کیا
تو کیا

لا

لیفٹا

لیفٹا

لیفٹا

لیفٹا

لیفٹا

لیفٹا

لیفٹا

لیفٹا

لیفٹا

لیفٹا

لیفٹا

اب بھی شیدا ہی زمانے کا زمانہ تیرا
ایک ساتی کے نمونے سے ہو کیا لطفی
فرط شادی سے جو میں۔ دودھ گھری گئی
ضد۔ لڑکپن کی گئی۔ اب ہی جوانی کا غرور
دل بتیاب سنبھل خوف ہو رسوائی کا
کہہ دے کہہ دے کہ ہم آجائیں گے انشاء
دل چرایا ہو میرا کس نے۔ خدا ہی جانے
میں ہی خواہ جہاں۔ اور جہاں میرا
ہوتی ہیں عاشق و معشوق میں جو جو بات
دل کو تسکین تو دے۔ او قدر انداز اول
میری سونٹیں۔ اور اک تری بے پروائی
ریخ و راحت کے مزے سب کو کم بنائیں
مجھ سے کچھ کم نہیں! تری رسولی
مجھ کو تاخیر کا شکوہ نہیں۔ ہاں اور سوز
کس سے شکوہ ہو شکایت ہی کس سے کیفی!

کس سے شکوہ ہو شکایت ہی کس سے کیفی!

کوئی بے گانہ یہاں ہی نہ یگانہ تیرا

صحیفہ جلد (۳) نمبر (۳۵۲)

Checked
1967

کبھی امروں کا فردا پس فرما انہو
بن کے ان جاہ۔ پھر پوچھتے ہیں "کیا نہوا؟"
وہی عاشق ہی جسے تم کہو "ایسا نہوا"
اُبکے دل کا۔ حباب لب دریا نہوا
جس کے ہاتھوں سے کبھی بند تھا نہوا

نہوا وعدہ وصل آپ سے پورا نہوا
جب میں کہتا ہوں کہ "وعدہ کوئی پورا نہوا"
یوں تو ہونے کو ہی وہ کون؟ جو شیدا نہوا
پھوٹ کر۔ جزو دل خوں شدہ ہو جانا تھا
گتھیاں تہمت برگشتہ کی سلجھائے وہ کیا

ہو رہا ہوں کوئی بدنام۔ کسی کے باعث
ہم کو کیا کیا نہ کیا ترک وطن نے بدنام
یاد تیری نہیں جاتی ہر لمحے دل سے
اُن کے آنے سے ملاچیں۔ تو وہ کہتے
جو کھاتا تھا۔ وہی کھاتا ہوں۔ کہوں گا کبھی
نہ رکھائے سروپائی نے کہیں کا بھی نہیں
کبھی پورا نہوا عمر بھر استرا وصال
تم وفادار نہیں کیا۔ کہ تنگ بھی نہیں
میں نے وہ ضبط کیا۔ جو میرے مکان میں
حُسن کیا حُسن۔ پس پردہ جو مسطور رہا
آہ بے ساختہ نکلی ہر یکا یک دل سے

ہم کو کیفی نظر آتا ہی اسی کو چہ میں
جو مقیم حرم و دیر و کلیا نہوا

رسالہ ادبیات جلد ۱۱ نمبر ۱۰۱

یہ بھی کچھ آپ کو معلوم ہوا یا نہوا
پردہ اہل جنوں دامن صحرانہوا
یہ مرض وہ ہی۔ بھوبے سے بھی اچھا نہوا
”دیکھنے آئے تھے جو ہم۔ وہ تماشا نہوا“
کوئی ایسا ہی۔ نہوتا ہی۔ نہوگا۔ نہوا
ہم کسی کے نہوے۔ کوئی ہمارا نہوا
اُن سے ایفا نہوا۔ ہم سے تقاضا نہوا
وعدہ کیسا۔ کہ ستم بھی کوئی پورا نہوا
تم نے وہ ناز کیا۔ جو تمہیں زیبا نہوا
عشق کیا عشق۔ جو باز اریں رسوا نہوا
ہاے اس وقت میرا روٹھنے والا نہوا

دھیان ہم نے ترا۔ او شجہہ گر چھوڑا
تجھ کو اللہ پر اُمی درد جگر چھوڑا
جب وطن میں ہمیں ملنے لگے غربت کے منے
طرفہ عیار ہی۔ وہ شوخ نگہ۔ دیدہ دلیر
دل جگر لے کے۔ براہ کرم اُس ظالم نے
باغ دنیا کے تماشے بھی۔ ہیں اُس کی قدرت
زادہ خشک کو محشر میں ہوئی کیا حیرت
مجھ سے بخت کی جس دن سے ہوئی دلگیر

چھوڑنے کا تو نہ تھا قصد۔ مگر چھوڑا
کہ۔ دوانے بھی۔ دُعا نے بھی۔ اثر چھوڑا
ایک مدت کے جو تھا قصد۔ چھوڑا
مُرغ دل پر مے۔ شہباز نظر چھوڑا
درد دل چھوڑ دیا درد جگر چھوڑا
کو چشمی ہی یہ زاہد نے اگر چھوڑا
جب فرشتوں نے مراد امن تر چھوڑا
شب فرقت نے۔ گریبان سحر چھوڑا

دہ
از
رتہ
ای
شر

بجلیاں
چھٹیریں
رات در
تمت با
روز و شب
ای رہے
دن نکلتے
باتوں با
زندہ پی پ
نہ اُجالے

ج

۱۲۱۰ء سے ۱۲۲۰ء تک

آنکھوں سے نکلتے ہیں مے تخت جگر آج
آتی ہی جو کل موت وہ آئے مے گھر آج
کچھ اس کی خبر ہو کہ نہیں کل کی خبر آج
پہنچے انھیں کس طرح مے دل کی خبر آج
پھرتی ہو نگاہوں میں تری صورت زیبا
وامان شب ہجر کا پیوند لگا..... ہو
کس کے گل نقش کف پاکی ہی یہ خوش بو
حسرت نے مری مجھ کو کیا زندہ بگواہ
مجبور ہوں میں اور تو مختار ہو مالک
منتا ہوں غریبوں پہ ہو عام اس کی نواز
آماؤ بخشش ہو ادھر شان کر مری
غافل تجھے کل سامنے جانا ہو کسی کے
اک روز بھی وہ بزم تصویر میں نہ بھیرا
ہو ختم شب وعدہ تو پروا نہیں مجھ کو

کیا جانے یہ کس شوخ سے در پر وہ ٹری ہو
کیسفی تری آنکھوں سے ٹپکتا ہو اثر آج
(دشاعر)

۱۲۱۰ء سے ۱۲۲۰ء تک

وہ برجہ فلانہ ہو زبان شمع تربت پر
کھلے گی جس کی نیکی بیاض خیم عبرت پر

ہوئی ہو
ہمارے قتل
ہمارے دا
اڑائی و جبر
ہوئی ہو
تری بے
کرا کا تبہ
شب فرقہ
عدم ہو کر
خلاف و ضد
ترا تعظیم
عجب ہر
مجھے ہونا
بہ خوف یہ
عدو کو دیکھ
حسینان
خلوص دیکھ

(دشاعر)

چنی ہو تم
لگایا ضبہ

مے دین تر آج
سے اتر اگر آج
کرنا ہو وہ کر آج
ہوں میں اثر آج
خود میری نظر آج
یہ سحر آج
راہ گزر آج
باندھی ہو کر آج
ہوں ایسا تو نہ کر آج
اقتصد سفر آج
با دھڑا تن آج
اللہ سے ڈر آج
آج ٹھہر آج
شوخی بنو کر آج

(۱۲۴)

ہو ہی ہو وضع داری ختم اپنی شام فرقت
ہمارے قتل سے بھی رونق آئی رنگ و خشک
ہمارے داغ دل کی بیدنی ہو گرم بازاری
اڑائی دھجیاں دست جنوں نے اس سلیقہ
ہوئی ہو تنگ دستی وجہ توبہ ورنہ اسو ساقی
تری بے آنکے خو کردہ سہل کو نہو کیوں کر
کرا کا تبیں کی نکتہ چینی سے ہمیں کیا ڈر
شب فرقت کی بزم آرمیاں کس بات میں کم
عدم ہو کر بھی آثار وجود اچھوں کے اچھے ہیں
خلاف وضع داری چھیر کر کی بات اس سے
ترا تعظیم کو اٹھا ترا تسلیم کو جھکنے
عجب ہنگامہ ہو ان کی غلط انداز نظر کا
مجھے ہونا پڑا منت پذیر طعن دشمن
بخوف بے خودی کی موی سے توبہ تیرے خوشی
عدو کو دیکھ کر میری طرف ہ دیکھنا تیرا
حسینان جہاں سحرات دن بہتی ہیں آغوشی
خلوص و یک لہ کا نام بھی لیتا نہیں کوئی

علی الرغم زمانہ آج تک ہو ایک حالت پر
پڑے ہیں چاک کیا کیا چادر خون شہادت پر
کہ پانی پھر گیا سر شہد مہر قیامت پر
گمان میرے گریباں کا ہو اماں قیامت پر
کف افسوس ملنا وال ہو تجدید بعیت پر
گمان نپٹہ زخم جگر صبح قیامت پر
نہ آیا حرف کوئی آج تک تحریر تمیت پر
اگر ملنا ترا موقوف ہو روز قیامت پر
ہنسی آجاتی ہو اب بھی گذشتہ عیش و عشرت پر
مری ذلت نے جھاڑ پھیری کر دکھرت پر
فریب لاف دل جوئی قیامت ہو قیامت پر
امیدیں ٹوٹ پڑتی ہیں شکستہ خار حسرت پر
لب زخم جگر کا دانت ہو شور طاعت پر
کہیں آنچ آتش سیال کی لے و حشت پر
ستم پر ہو ستم تازہ قیامت ہو قیامت پر
نہو ما کاش مجھ کو رشک لے تا اپنی نعمت پر
مدار اب دوستی کا رہ گیا صاحب سلامت پر

دین منت ساتی رہوں گا عمر بھر کیفی!

جشن تاج دہلی ایڈیٹر و مقرر

دستاویز تہذیب اگر مل جلے کوئی جام دستاویز تہذیب پر

یہ اللہ کے اعداد ہیں سر لوح قرآن پر
کے زخم ناخن و حشت بھی تکی ہو گریباں پر
چینی ہو تم نے کب ہر نشان چین روئے تباہ پر
لگایا ضبط نے یہ عیب کاوش لے پھان پر

میں ختم عبرت پر

مے کلک گمراش و درافشاں کے مقابل
 کسینوں کی خباثت سے خدر لازم ہوا
 کریں کس منہ سے ہم شکوہ فلک کا حق بجانب
 سرس فرسودہ پائیں سودہ خاک حشر گند
 نہیں معلوم کس میکش کی خاطر ہو تجھے یار
 عروسان چین کی تازگی ہو دید کے قابل
 گرہ آنتیویں ہو آج اس سلطان عادل کی
 الہی اتیرے غروشان کا سایہ ہو تا حشر
 قیامت تک ہو سایہ خدا یا نطل سجاں کا
 وزیر و شاہ کا لطف و کرم ہر روز افزوں ہو
 ریاست حیدر آباد دکن کی حشر تک یارب
 دکن ہی کج کل ارباب علم و فن کا امن ہو

ثبوت قطرہ دزدی ہو چکا ہو ابر نیاس پر
 کہ ہو جاتا ہو قبضہ اہرمن کا بھی سلیمان پر
 کہ ہوتی ہو نظر صیاد کی مرغ خوش اکاں پر
 بنا ہو ایک عبرت زاسماں گور غریباں پر
 کہ اٹھ اٹھ کر بستی ہیں گھٹائیں نہ منڈاں پر
 بہار آئی ہو اک جو بن برتا ہو گلستاں پر
 جو رکھتا ہو نظر انصاف کی ہند و سماں پر
 نظام الملک آصف جاہ محبوب علی خاں پر
 ہمارا جہ کشن پر شاہ چند و لعل دواں پر
 علومت امانت منت راجہ رے رایاں پر
 رہے برہنہ چٹکن فضیل باغ رضواں پر
 لکھا ہو خط نستعلیق سے گردون گرداں پر

خبر ہو آنے والے ہیں ظہیر دہلوی کسفی !
 دکن کو فخر کرنا زیب دے گا ایسے مہاں پر

تسلط یہ
 اگر قبضہ
 یہ کس مہ
 نظر بازو
 سید روا
 ہماری تہ
 مری آوا
 پریشانی
 گدا و شا
 آل پٹ
 دم گریہ
 ترے و
 ہوی تیر
 کرے کیا

شاعر
 آصف جاہ
 کہیں
 عدو کی
 مری
 یہی عا
 مجھے

۱۰ مصرع طرح ۱۰ حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ (۳۰ رمضان ۱۳۲۹ھ)
 ۱۰ سرین السلطنت بہادر (شاد) بیکار و دارالہمام وقت حال صدر اعظم دولت آصفیہ آپ راجایان اجہ
 چند و لعل ہمارا جہ باد (شاد) بیکینٹہ باشی (۱۳۲۹ھ) دارالہمام دولت آصفیہ کے شیم و چراغ اب و جد میں
 ہمارا جہ شادان کی علم دوستی اور داد و دہش پر توجیح دکن شاہ ہیں ۱۲..... جامع
 ۱۰ راجہ چمن راؤ نام راجہ رے رایاں امانت و منت خاندانی خطاب آپ بڑے علم و دست اور نہایت نیک نفس ہیں
 اکثر سال گرہ مبارک کی تقریب میں مشاعرہ منعقد کرتے۔ ۱۹۳۱ء میں پینت سال گرہ اعلیٰ حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ
 (۳۰ رمضان ۱۳۲۹ھ) ایک علی رسالہ نسیم دکن) ماہوالا اپنی سرپرستی میں مولوی محمد نادر علی صاحب برتر غازی پوری کے
 اہتمام سے جاری کیا تھا جو غالباً ۱۳۲۹ء میں بند ہو گیا۔ ۱۳..... ۱۳۰۰ء جمادی الثانی ۱۳۰۰ء کو ایک صلی علیہ السلام انتقال ہوا
 ۱۰ شاعر علم الثبوت سید ظہیر الدین حسین خان ظہیر دہلوی تلمیذ رشید خاتانی ہند حضرت ذوق دہلوی کو خود کلام
 کے شعر و سخن کے چرچے کھینچ لائے تھے ۱۹۰۰ء ربیع الاول ۱۳۰۰ء ورنہ نہ کو اسی سے نایاب میں ہیں انتقال ہوا۔ دائرہ
 میں سپرد خاک کیے گئے۔ مصنف نے تاریخ کمی تھی جس کا مادہ یہ ہو ۱۳۰۰ء ربیع الثانی ۱۳۰۰ء جامع

ہمارا دست وشت کیوں نہوسرنا یار
میری گستاخیوں نے بے تکلف کر دیا ان کو
وہاں وعدہ خلافی کی ہوا کرتی میں تجویز
تسلیم بخش غمخواروں کے فتنے کام کیا دیں گے
ترقی خواہ عمر و دولت و اقبال اصف ہو
مجھے منزل پہنچایا ہو میری ناتوانی نے
اگر کس منہ سے ہو شکر اس ادا کا خاص کا یار

ہو ادا سن دراز اپنا۔ گریباں و حیاں ہو کر
ہو کیا خوب نیک انجام بد عنوانیاں ہو کر
یہاں ہر روز رہ جاتی ہیں بزم آرائیاں ہو کر
ادائیں ان کی بہتی ہیں جگر میں چھایاں ہو کر
دعا میری شریک محفل و حانیوں ہو کر
کہ چڑھ سکتا ہوں بام یاترک چھایاں ہو کر
دعا میں ان کے دل سے لب تک میں گایاں ہو کر

نہ وہ کس بل ماہم میں نہ وہ طاقت ہی کفنی
شاعر و ساگر و سی و نہ ہو گئے مغلوب تن آسانیاں ہو کر
حضرت غفرلہ کا باب



(۱۲۱ سے ۱۲۲ تک)

میں ڈرتا ہوں نہ رکھ زندہ مجھے اُس کی کشت
رہا ہوا زہر و عشق پر ہم کو بھی مدت تک
مجھے کس سے شکایت ہو مجھ میں کچھ نہیں آتا
مجھے وہ دیکھنے میں خوشی سے میں تو اُٹھ بیٹھوں
حجاب اتنا تو عاشق سے نہ کر بزم تصور
قیامت کا اجاڑ کیا؟ جو ملنا ہو تو اب لینے
نہو گا کوئی ہم سا بے ٹھکانہ خانہ آوارہ
ترمی کس کس ادائے دلتاں پر جان جیتے ہو؟
تم اپنا کل کا وعدہ آج ہم سے پورا کر دھو
و فور شرم سے چھپتے ہیں زیر دامن مرگاں

سلامت حضرت و اعطایں یارب قیامت تک
مگر لب پر نہیں آتا ہو اب نام محبت تک
جدا ہیں اپنے معنوں سے مگر حرف شکایت تک
مگر ڈر ہو نہ اٹھ جائے کہیں رسم عیادت تک
وہ نکلتا ہو تری صورت کو تو بھی اُس کی شوکت تک
کہ دم کا کیا بھر دے کون جیتا ہو قیامت تک
ٹھکانے سے نہیں لگتی ہماری کوئی محنت تک
رسائی ہو نہیں سکتی ہماری کنہ قدرت تک
ابھی ہم سر کبل آتے ہیں میدان قیامت تک
نکل سکتے انہیں میں آنکھ سے اشک ملت تک

گیا بچپن شبا
مجھے ارشاد
ہماری خاک
ہلے بعد مٹ
الہی کثرت
کشود کا
مشاعرہ عرس

آرزو ہو نہ
اُترتی ہو خوا
زلف پر خم
عالم ترع
کہہ رہا ہو کہ
ایک زنجیر کا
کثرت یار
بے سبب
امتحان آ
اُس سے
داد جی کھلا
دھونڈ لیر

گیا بچیں شباب آیا مجھے پہچاننا کیسا
مجھے ارشاد ہوا میں ناز برداری کو حاضر ہوا
ہماری خاکساری کیوں نہیں بھرتی لگا ہوا
ہلکے بعد مٹی بھی نہ کر برباد غیروں کی
الہی کثرت عصیاں سے میں آتیا پشیاں ہوں
کشود کار کی تم سے توقع کون کئے گا
شاہد عرس حضرتین
نہیں پہچان سکتے تھے تم خود اپنی صورت تک
نبھل سکتا نہیں جب آپ سے باز آتے تک
تسے دل میں تو گھر کر لیتی ہو گرد و گداز تک
جو تو چاہے تو حاضر ہو ہماری خاک بہت تک
کہ اُسے شرم کے ہیں سزگوں شکستہ تک
ہے محروم جب البتہ دامن دولت تک
گھٹا چھائی غلک پر دم گھٹا جاتا ہو کھپتی کا
سلامت میکدہ تیرا ہے ساتی قیامت تک

باجہ سلسلہ بزم ہند نام رقم

ن
(سلسلہ سے ۲۴ تک)

آزاد رہی نہ متا ہو نہ ارباں دل میں
اُترتی ہو خاک کدورت سے میراں دل میں
زلف پر خم میں دل آویز پریشانی ہو
عالم نزع ہو یا ترک تعلق کا خیال
کہہ رہا ہو کہ محبت نہ کریں گے اب سے
ایک نیم گھر کے وابستہ ہیں آزاد و اسیر
کثرت یاس سے کم داغ منت سنا ہوا
بے سبب بھی کوئی بے چین بنا کر تا ہوا
امتحان آج ہو تیری قدر اندازی کا
اُس سے انصاف تتم ہے محبت کی امید
داد جی کھول کے ہم جوش جنوں کی دیتے
دھونڈ لیں گے کوئی ہم موت کا جیل خانہ

اب تو ظالم اتری حسرت بھی ہو مہمان لیا
میزبان دل میں باکوئی نہ مہماں دل میں
آپ آئے تھے گریبے پریشان دل میں
یاس اسید سے ہو دست و گریبان دل لیا
یا الہی! کوئی بڑ بول ہو پنہاں دل میں
ہو عجب طرفہ طلسمات کا زندان دل میں
نظر آتا ہو چسپاں غم نہ داماں دل میں
کچھ نہ کچھ ہو اثر کاوش مڑکاں دل لیا
تیرے سینے میں ہے تیرا پیکان دل میں
جس کی آنکھوں میں مروت ہو نہ لیاں دل میں
کاش ہو کوئی سنان بیابان دل میں
ہونے دیں گے نہ کبھی تجھ کو پشیمان دل میں

بجیاں ہو کر
فتوایاں ہو کر
میر آریاں ہو کر
بچھیاں ہو کر
انیاں ہو کر
پچھیاں ہو کر
آئیں گالیاں ہو کر
سکان بائیں

یاب آیت تک
محبت تک
شکایت تک
معیات تک
سکینہ تک
بہر قیامت تک
کوئی محبت تک
نہ قدرت تک
میان قیامت تک
اشک غلیمت تک

مٹ گئے داغِ گمراہ کے نشان باقی ہیں

(شاعرہ شاعرہ) یعنی آباد ہو اک شہرِ خوشاں دل میں

خدا کی یہ خدائی ہو جس اکثر نکلتے ہیں
ہزاروں منتوں پر گھر سے وہ باہر نکلتے ہیں
کہاں کی آہ کیسے اشکِ اہمِ صبرِ کرب
ہمارے قتل کے سامان موت ہے ہاں کیا
وہ کہتے ہیں کہ تیری بامیرے دل میں چھتی ہے
بہارِ تازہ آئی ہو بلا نوشوں کا مجمع ہو
مری حالت پر روتے ہیں چھپا کر منہ نصیحت
نکل آئے ہیں ساتی! اس طرف لا اور تھوڑی سی
نہیں معلوم یہ کس دل جلے کا ڈھیر ہو یا
جلا یاد دہری سے چھینے دے کر مجھ کو ساتی نے
دکھائی کچھ نہیں دیتا کہ اک دیوارِ حال ہو
جسے کہتے ہیں عاشق وہ نہیں تھا ہونے چھوٹے
مے مے نالے مے آنہوں میں کس کو فضیلت ہے
کہا میں نے سناؤں باجر اپنا آؤں سراپا
یہ کیا جھٹ ہو اسی ساتی نے لینا اک دنیا دو
بلا ہیں چھوٹے چھوٹے تیرے کیوں ورتیں
پتکتے ہیں جو قطرے خونِ خمِ سنگِ طعناں
غور۔ اور اس قدر پھر بچنے کے ملنے والوں
اُترتی ہیں ہمارے اضطرابِ شوق کی نقلیں

گر کیفیت کی کہیں ایسے پری پیکر نکلتے ہیں
بڑی مشکل سے ارمانِ دل مضطر نکلتے ہیں
نکلتے دو اگر قبضے سے بحرِ دہر نکلتے ہیں
کبھی تبغیں نکلتی ہیں کبھی خنجر نکلتے ہیں
نکلتے ہیں باں سے حرفِ یا شتر نکلتے ہیں
تسی مٹھانے سے جامِ و سوساغر نکلتے ہیں
اب ایسے خشک مغزوں کے بھی امیر نکلتے ہیں
اگرچہ دامِ پہلے کے بھی کچھ ہم پر نکلتے ہیں
کہ آتشِ مارے اب تاکِ زیرِ خاکِ تر نکلتے ہیں
شرائے آتشِ سیال سے کیوں کر نکلتے ہیں
بجائے اشکِ نگہوں سے مری تھر نکلتے ہیں
مری جان چاہنے والے تو یوں اکثر نکلتے ہیں
کہ وہ ان سے سوا۔ اور ان سے یہ تھر نکلتے ہیں
”گئے گزے ہوے وقتوں کے پھر نکلتے ہیں“
خوشی سے مانگے یوں دامِ کب ہم پر نکلتے ہیں
بٹے ہو کر ہی کافر تو غارت کر نکلتے ہیں
سمجھ کر لعل اٹھاتا ہوں مگر تھپتھپ نکلتے ہیں
جواں ہوتے ہی کیا سرِ خاک کے کچھ پر نکلتے ہیں
وہ عاشق بن کے دل تھامے ہوئے مضطر نکلتے ہیں

نکلف کیا ہو
رائی پاکے ہم وہ
پہیلی اک نئی ہوا
تری ہجذب کو
دیا ہو عشقِ جس کا
بنایا مجھ کو بے
ہمیشہ کے لیے م
عدد کا خرمن بے

یہ مصنف نے
ہی نام سے دیا
اور جاں استاد
یہ شاعرہ بڑے
مشاعرے کی کیفیت
صاحبِ رشید درج
ہوا ہو
رشید
شاعرہ شاعرہ
حاجی سید نظام الدین
کی جوہلی واقع تالا
موتی مٹی محسن پر اپنی
ہاں کرم و
سے بنایا تھا۔

رہائی دام کامل سے ہماری ہو چکی کھیتی
(ق) نکالے سے کہیں تقدیر کے چکر نکلے ہیں

تکلف کیا ہو میرے گھر کو اپنا گھر بنائیں
کہ تکلیف آپ کو ہوتی ہو ہر روز آنے جانے میں
رہائی پاکے ہم دم چھوڑتے ہیں قید خانے میں
ہے یہ بعد اپنے یادگار اپنی زمانے میں
پہیلی اک نئی ہوتی ہو تیرے رہانے میں
کہ اس کا بوجھنا بھی دیکھنے میں نہ نکھائیں
تری بھدوب کی بڑھ ہی نہ بھجوں تو کو آخر
بہت سی کام کی باتیں بھی ہیں بے فائدے میں
دیا ہو عشق جس کو ممبر بھی تھوڑا سا لے کر
الہی باہر کی کس چیز کی ہتیرے خزانے میں
بنایا مجھ کو بے خبر اس قدر کیوں کیا کوچ
نہیں ہو دخل بندے کو خدا کے کارخانے میں
ہمیشہ کے لیے مہاسے میں گل کے گوشتی لیل
یہ کس کو ڈھونڈتی ہو آتش گل آشیانے میں
عدو کا خرمن امید کیوں جلتا نہیں یاب
جھلک برق بلبا کی ہو کسی کے سکرانے میں

پرائی صحبتوں کا حال سن کر دل بھرتا ہو
ہمیں پیدا کیا کھیتی! خدانے کس زمانے میں؟
(۱۰۰ رمضان ۱۳۱۲ء)

یہ مصنف نے خود ایک شاعر ۱۳۱۲ء میں کیا تھا جس کی یہ غزل ہو شاعر کا اشتہار بھی اپنے
ہی نام سے دیا اور یہ لکھا تھا کہ علامہ آقا سید علی شوستری، ساد الملک طوسی مرحوم ۱۰۰ ذی قعدہ ۱۳۱۲ء
اور جہاں استاد حضرت داغ دہلوی (مرحوم ۹ ذی قعدہ ۱۳۱۲ء) نے مشاعرے میں آنے کا تحریری وعدہ کیا ہے
یہ شاعر بڑے پیمانہ پر ہوا تھا۔ ہندو دکن کے بالکل شاعر اور اتفاق سے شریک تھے لوگ آج تک اس
مشاعرے کی کیفیت فرے لے کر بیان کرتے اور اکثر شعر سناتے ہیں۔ لکھنؤ کے شہرت یافتہ مرثیہ گو جناب پیکار
صاحب رشید (مرحوم) کے یہ دو شعر لوگوں کو یاد ہیں

جہاں پر قمر کو دی جاتی ہو پھر نکلتے ہیں
ہوا ہو سخت مشکل دفن ہونا تیرے وحشی کا
کہ بحر عشق کے ڈولے لب کو شکر نکلتے ہیں
رشید آغاز الفت سے کس انجام پہنچے
شاعر و شام سے شروع ہو کر صبح کے دس بجے ختم ہوا۔ طعام و قیام کا انتظام مصنف کے والد ماجد مولوی
حاجی سید نظام الدین احمد رضوی (دھماجرانے بڑے انتہام سے کیا تھا) شاعر و نواب کلیانی (مرحوم ۲۲ صفر ۱۳۱۲ء)
کی جوبلی واقعہ تالاب میر جلاب پر ہوا نواب سراج الدین احمد خاں سال دہلوی نے پہلی مرتبہ اسی شاعر سے میں
موسیقی محسن اپنی غزل سنائی تھی جسے ہم آج کل عام طور پر شاعروں میں سنا ہے۔ اس شاعر کے کا حال
ہمارے کرم دوست مولوی حکیم سید محمد علی صاحب عرش بیچ آبادی (مرحوم ۱۲ شعبان ۱۳۱۲ء) نے اپنے روزنامے
سے سنایا تھا۔ اس وقت حافظ نے جس قدر مدد کی وہ بے قدر تھی۔ (جانب)

سی سیکر نکلتے ہیں
ن مصطر نکلتے ہیں
بحر و بر نکلتے ہیں
ہی خیر نکلتے ہیں
یا شکر نکلتے ہیں
و ہوساغر نکلتے ہیں
کے بھی اتر نکلتے ہیں
چھ ہم نکلتے ہیں
زیر خاک سر نکلتے ہیں
یہ کیوں نکلتے ہیں
ہمری پھر نکلتے ہیں
ویوں کسر نکلتے ہیں
ن سے یہ سر نکلتے ہیں
ن کے پھر نکلتے ہیں
دام کب ہم نکلتے ہیں
غارت ک نکلتے ہیں
مگر تھپ نکلتے ہیں
عاب کے پھر نکلتے ہیں
بے ہو مصطر نکلتے ہیں

مانتا ہوں کہ مجھے تاب نظار تو نہیں
 کیوں خفا ہوتے ہو مجھ پر حضرت پیر حضرت شیخ
 آپ فرمائیے کچھ وجہ گرفتاری دل
 کون دیتا ہو قلی ہمیں تنہائی میں
 دل کسی کا، نہیں ملتا، نہیں ملتا ہم سے
 دولت وصل ملے، یادِ دم داغِ فراق
 او مخم! تری باتوں سے ہو کیوں کر گیس
 خال ہند و کوترے کعبہ دل دیتا ہوں
 غیر سے آنکھ تری دیدہ و دانستہ لڑی
 جس کو ہم سمجھے ہوئے ہیں شب باریک فراق
 کیا بگاڑے گا، بگاڑ کر فلک سفلہ نوا
 تو ہی کچھ رحم مرے حال پہ کر ساتھ نہ چھوڑ
 دیکھتے ہیں وہ بھی مجھ کو کبھی آئینہ
 دل محبت میں ٹپتا ہو، مگر کیا اتنا
 آفرین بہت پروانہ جاں باز پہ ہو
 اثر عشق سے، شاید کوئی مڑتا ہو گا
 رزق ہر جلیے سے دیتا ہو خداوندِ کریم
 کس میری کا تقاضا حقائق کی ہو صلاح

(دق)

صحیفہ جلد ۱۲ نمبر ۱۱

چھوڑ کر تجھ کو کہاں جائے یہ کفنی بساتی

۱۳۲۵
باجہ رمضان

تیری بھٹی کے سوا کوئی سہارا تو نہیں

جگہ ہو بواہوسوں کی دل شکنیں

خبر نہ تھی کہ ہر پوشیدہ آگ پتھر میں

نہیں ہر
 کبھی ہو
 دکھائی
 عجیب
 چلا ہو
 خوشی سے
 تمہاری
 رستم ظریف
 یہاں
 و فور ذرہ

۱۳۲۵

زبے قمر
 میں اک
 حقیقت
 اگر چہ دو
 شہید خا

۱۳۲۵
۱۳۲۵
۱۳۲۵
شاہد کیا

نہیں ہو قطرہ موت تک ہمارے ساغریں
 کبھی ہو ہی ہو نہوشان انقلاب کم
 دکھائی دے مجھے کس طرح سے نشیب و فراز
 عجیب ہیں ہو کہ بس جائے مغفرت کا داغ
 چلا ہو مجھ پر رقیبوں پہ کیوں نہیں چلتا؟
 خوشی سے کرتے ہیں پردہ کہ شرم وضع کیا
 تھارہی شیم سخن گو تو مار ڈالے گی؟
 رستم ظریف! محبت نما نظر سے نہ دیکھ!!
 یہاں سے کچھ عدم آباد دور بھی نہیں
 و فور ذرہ نوازی حضرت خورشید
 زہے نصیب کہ گردش تو ہو مقدس
 تمام عمر رہے آسمان چکر میں
 نگاہ چھوڑ کر آیا ہوں روزن میں
 کہ بچے عطر ندامت ہو دامن تیرے
 مرا ہو کہ مہندی ہو پائے خنجر میں
 ہم اپنے گھر سے ہیں باہر کہ عید ہو گھر میں
 کہ خوب بول رہی ہو زبان خنجر میں
 نہ یہ جتا کہ ہو مرہم بھی تیرے پر میں
 کہ مرنے والے پہنچتے ہیں کوئی دم بھر میں
 بتا ہفر میں ہوں دہلی کے یا ہوں تیرے
 یہاں تو پوچھنے والا نہیں کوئی کھیتی

یہاں تو پوچھنے والا نہیں کوئی کھیتی (ق)
 خدا ہی پوچھنے والا ہو وہ بھی محشر میں

زہے قیمت کہ میں نا خواستہ مہمانِ حشر ہو
 میں اک گم گشتہ حالت ہستی لاش کی تحت ہو
 حقیقت کیا ہو میری فی الحقیقت حقیقت
 اگرچہ دور افتادہ ہوں لیکن اہل نسبت ہو
 شہید خاطر اربابِ خوں گشتہ کی تربت ہو
 الہی! بے خطا تقصیر وار شکر نعمت ہو
 مری قیمت کو حیرانی یہ ہو میں کس کی قیمت ہو؟
 اگر سمجھو تو غرت ہوں سمجھو تو ذلت ہو
 کہ دامن کی ترے جھٹکی ہو ی گرد کہ درت ہو
 کہ میری خاک کستی ہو کہ میں کبیر کلفت ہو

۱۳۲۵
 صاحب عالم زراغور شہ عالم بہادر گورگانی (مجموع) ہر اور حضرت داغ دہلوی مرحوم مصنف اپنے سفر دیہی
 ان کے یہاں تھے۔ نور علی شاہ عالم بہادر نے مصنف کی اکامیں مشاعرہ کیا تھا۔ یہ غزل اسی مشاعرہ کی ہے۔
 ۱۳۲۵ مولوی رفیع الرحمن صاحب کثرت موانعی ایڈیٹر رسالہ اردوئے علمی علی گڑھ۔ مولوی حمید علی خاں نواب خان الملک عوم
 (دہلی) نے تعزیت کے جلسہ کی تقریب میں مصنف علی گڑھ گئے تھے مولانا حسرت موہانی نے مصنف کو اپنا بھائی بنا کر ایک
 مشاعرہ کیا تھا جس میں مصنف نے یہ غزل پڑھی۔ (جامع)

گو ارا تو نہیں
 عاتق تھارا تو نہیں
 میں تارا تو نہیں
 آجمن ارا تو نہیں
 بنا ابا ارا تو نہیں
 تیرا ارا تو نہیں
 ستارا تو نہیں
 جو بجا ارا تو نہیں
 دارا تو نہیں
 ستارا تو نہیں
 نقار ارا تو نہیں
 برکایا ارا تو نہیں
 صل ارا تو نہیں
 میں ارا تو نہیں
 ہمارا تو نہیں
 اپکارا تو نہیں
 ارا تو نہیں
 کوئی ارا تو نہیں

۱۳۲۵
 رفیق

آگ پتھر میں

محبت گاہ میں ہر روز وہ شربِ تفسیر
میں اپنے کام کی سماعت تھا اور وقت فرہو
مجھے ہر رنج میں لذت خوشی سے بڑھ کے لیتی
گر میں بالہی! عین مقصود مرست ہو
میں اپنے آپ پر ہرگز تصرف کر نہیں سکتا
کسی کی سامنے رکھی ہوئی گویا امانت ہو

نہ میں مقدور والا ہوں نہ میں مجبور ہوں کبھی! (ق)
خدا رکھے مجھے میں بھی خدا کی ایک قدرت ہو
در شوال شکر روز جمعہ در ملی گن زشتہ

بدنام ہوں، ذلیل ہوں، روا ہوں خال
سب کچھ ہوں میں۔ مگر ترا امید وار ہوں
میں اور تیرا عشق؟ یہ سچ ہی نہ جھوٹ ہی
تو خاکسار دوست ہی میں خاکسار ہوں
وعدہ خلافیوں کی شکایت تو اک طرف
لو! آپ کی طرف سے بھی میں شرما ہوں
امی غیرت وجود! مٹا دے مرا وجود
کہتا ہی مجھ سا ناشدنی بار بار "ہو!"
امی عشق! میں نے دل میں چھلپے ہر تیرے داغ
تو میرا پردہ در۔ میں ترا پردہ دار ہوں
سینے میں حضرت دل مرحوم دفن میں
میں، اک شکستہ حال نشانِ فرار ہوں
دنیا میں! پاس خاطر دل سے بکٹو آ
پھر آپ اپنی خاطر نازک پہ بار ہوں
یہ سینہ اور ان کی مژدہ کی خلش غلط
میں آپ اپنے آئینہ دل میں خار ہوں

کبھی! کسی سے اپنی حقیقت میں کیا کہوں؟
مشاعرہ عسکری میں اک تہمتہ مشق قدرت پروردگار ہوں

خدا طبع نازک کرتے ہیں جو کام کرتے ہیں
تھکائے چاہنے والوں کو ہم بدنام کرتے ہیں
نہ فکر ہجر میں مہیت! نہ ذکر وصل میں لذت
نہ مینے کا سلیقہ نہ رونے کا طریقہ ہی
نظر بازی کسی کی چشمِ قتال سے کچھ آساں
بہار اگر تیرے سود کیا ہو جگ ہنسائی ہو
یہ آنکھیں اور شوق دیدہ! یہ اصل کی آسیدہ

نہ مینے کو صبح کرتے ہیں نہ رو کر شام کرتے ہیں
غرض ہر کام بے اندیشہ انجام کرتے ہیں
بڑی تدبیر سے وحشی ہرن کو رام کرتے ہیں
کہ اپنا وقت صرف ادھائے خام کرتے ہیں
خیالات ایسے ایسے آپ کے ناکام کرتے ہیں

ہمارا
ترے
اُدھر
اثر فر

محیف

قیام

ہمکنہ

کبھی

ہو

میں

وہ

کوئی

ہزار

ملاکرا

ہم

سجھا

مجھ

ہمار

کوئی

غور و عشق بڑھتا ہی تری بے اعتنائی ہے
 بگڑ کر ہم نے کہا سید کی تجھ سے منانے کی
 یہ چلتے چلتے اڑ جانا یہ سن کر گر جانا
 کہاں کا قول کیا اقرار کیا عہد و عکرا
 نہو پاس سخن جس کو وہ انسان کوئی انسان ہو
 محبت کس کو کہتے ہیں محبت اک کسوٹی ہو؟
 کہ لوگ اک امتیاز خاص ہے ہم کو بتاتے ہیں
 ادھر تو دیکھو اونا منقصل! ہم مکر اتے ہیں
 تیرے انداز اب گستاخیاں ہم کو کھاتے ہیں
 یہ سب کہنے کی باتیں ہیں آتے ہیں جاتے ہیں
 وہی ہیں مرد جو کہتے ہیں تم سے کر دکھاتے ہیں
 ہر اک کو چاہ کر ہم اپنے دل کو آزماتے ہیں

فریب عشق! اہل حسن پر چلتا ہی یوں لکھی!
 کہ پہلے اپنے معشوق کو ہم عاشق بناتے ہیں

(سہ ۱۳۱ سے ۱۳۲ ایت)

خدا شاہد نہیں اندیشہ سو و زیاں مجھ کو
 بنایا ہو مری غفلت نے جنس رنگاں مجھ کو
 مجھے غم ہی تو یہ غم ہی کہ نگین دوسرے کیوں ہیں
 نہیں کہلنا الہی! اس سے کیا مطلب پڑا
 طبعیت دے تو ایسی دے الہی! جس سے میں ہوں
 ہجوم گل مری خیمت کا سماں کر چکا پورا
 ارادہ تو بہت کچھ تھا گرا ب کیا کہوں تم سے
 یکایک آتے وہ تو میرا حال کھل جاتا
 میں اس بے قدری عہد وفا کی قدر کرتا ہوں
 سفر کی لذت آئینہ آفتوں سے نصبت آشت
 فرے اصرار کے انکار کے۔ دونوں کو آئیں گے
 تر و دیش کم کا ہونہ فکر این و آن مجھ کو
 کروں خدمت کسی کی حوصلہ اتنا کہاں مجھ کو
 و گرنہ تینا جی چاہے ستارے آسماں مجھ کو
 سناتے ہیں مجھ سے کہ میری اتناں مجھ کو
 اگر دل دے تو ایسا بے جور کھ شادماں مجھ کو
 سلفم کے تی ہو جھک جھک کے شاخ آئیاں مجھ کو
 سنبھلے ہی نہیں تیر مری بے تابیاں مجھ کو
 نہ توئی کاش پہلے اطلاع امتحاں مجھ کو
 کہو تم شوق سے اہم ہریاں! انا مہراں مجھ کو
 وطن میں ڈھونڈھتی پھرتی نہوں بولیاں مجھ کو
 اگر میری زباں تجھ کو ملے تیرنی باں مجھ کو

نئی سوجھ
 وہ رو
 کوئی گلچہ

شا

دوستی

ہم میر

رحم

وجہ

ت

وہ یہ

عرض

باہمی

ہم مر

مدعا

دل کو

بخشنے

تکمند

کوچہ

شا

ص سے ہم کو بتاتے ہیں
 ہم مکر لاتے ہیں
 یاں ہم کو کھاتے ہیں
 وہ آتے ہیں نہ جاتے ہیں
 نہ سے کر دھاتے ہیں
 دل کو آزماتے ہیں

این و آں مجھ کو
 صلہ اتنا کہاں مجھ کو
 آسمان مجھ کو
 بری آستان مجھ کو
 شادیاں مجھ کو
 آتشیاں مجھ کو
 آں مجھ کو

نئی بوجھی شریک بزم بھی رکھا تو یوں کھا
 وہ روٹھا ہی ذرا اس کو مناد و خضر صبح
 کوئی گلچیں کے دامن میں کوئی صیاد کے گھر
 نہ گلشن گل کو اس آیانہ میر آشتیاں مجھ کو

مشاعرہ بزم زندا
 بظاہر مسکدے سے دور ہوں میں اب کر کیفی
 نہ بھولا ہی نہ بھولے گا ہر پیر مغاں مجھ کو

دوستی نہ جگے اُن سے ابتدا ایسی تو ہو
 ہم میں اور اُن میں محبت یا خدا ایسی تو ہو
 رحم اُس بے رحم کو آجائے مجھ کو دیکھ کر
 وجد میں ہوں اہل نظارہ ملے قال کو در
 تشنہ پھر جا بے سکندر آب خود میراب ہو
 وہ یہ کہتے ہیں کہو "اب ہم نہ چاہیں گے تھیں"
 عرض مطلب پر یہ شوخی تیرے بستم دیکھنا
 باہمی تکرار یا رہا ہوتے ہوتے رہ نہ جا
 ہم مریض ہجر خاق مرتے مرتے ہی گئے
 مدعا دونوں کا ہی معلوم دونوں کو مگر
 دل کی دل میں گھٹ کے رہ جا تو پھر کیا ہو
 بخشنے والے کو اپنی ایسی بخشش پر ہونا
 تنگست میں سادگی اغماز میں بنجیدگی
 کوچہ قاتل میں مجھ کو گھیر کر لائی ہو یہ سر

جیتے جی جنت میں پہنچائے قضا کر لی ہو
 موی جاں اُڑتی تھی کیفی ادا کیا لاتی ہو
 پھر وہ دن آئے زمانے کی ہوا ایسی تو ہو
 مشاعرہ بزم زندا

سرت

باجیہ

فریبِ حُسن و لافِ عشق نے رسوا کیا مجھ کو
میں وہ مشوق کی ہو قدر زائد سے سوا مجھ کو
جہاں تک ہو سکے تم سے کہے جا رہا مجھ کو
مددِ مایہِ ناامیدی یا آرزو ہو آج جیوں کی
بہت اتارے جاتے ہیں بڑا احسانِ حق ہے
نہیں ڈرجان جانے کا گردِ ہر تو یہ دُر
خدا کی دین ہو اس میں کسی کا کیا اجازہ
نہ وحشت ہو نہ سودا ہو یہ پھر آوارگی کیسی
لگاؤ کی نگاہیں تار لیں گے تارنے والے
یہ وحشت اور ضبطِ آہ و فریاد و فغاں ہو
یہ بے دردی یا یہ بے قدری یا یہ بے مہری پیری
دل اپنا صاف کے توڑتا ہوں نگِ الفت سے
مجھ نے بڑھایا حوصلہ اتنا کہ کتا ہوں
بہار آئی ہو کیفی اب کہیں کتا ہوں نہیں سے
صحیفہ جلد ۲ نمبر ۲
بابتہ بیع الاول ۱۳۲۵ھ

ھ

(۱۳۱۵ھ سے ۱۳۲۵ھ تک)

جیسی نبجے بنھائیں گے اُس فتنہ گر کے ساتھ
تو کر مقابلہ فلک کی سنہ و رک کے ساتھ
شوخی نہ شرم - یہ بھی زالی ہو دل لگی
دل چاہیے مرا تو - یہ حاضر ہے لیجیے!
ہو زندگی بخیر تو چھوڑیں گے مر کے ساتھ
بے داد گر کی جوڑ ہو بے داد گر کے ساتھ
تم ہم سے منہ چھپاتے ہو آرام کے ساتھ
پڑتے ہیں لاکھ کام بشر کو بشر کے ساتھ

مجھ کو شہ
وہ ہم
رونے
جو لوطیہ
اس وقت
یارب
یاد آ گیا
چھوڑا
تا شیراز
میں دیکھا
کچھ مانگا
مجھ کو نہ
ظوفاز

کی ہو کر
رو کٹر
طالب
تم کھلے

ہاں نے کھو دیا مجھ کو
 یہ فردوس یا مجھ کو
 تاکہ تم نے کیا کہا مجھ کو
 یہ کوئی کہنا مجھ کو
 نے تو کیا لاما مجھ کو
 نیری نے وفا مجھ کو
 دل درد آنا مجھ کو
 الہی کیا ہوا مجھ کو
 میں تیرا دیکھنا مجھ کو
 نہ جنگل کی ہوا مجھ کو
 نے سمجھا ہوا مجھ کو
 نہ ناما مجھ کو
 میں میں دیکھنا مجھ کو

ترجیع الاول ۱۳۲۷ھ

مجھ کو شفا ہو تم سے کوئی بدگماں ہو
 وہ تم سے اور ہم ہیں زمانے سے بے خبر
 رونے کے ذکر پر ہمیں آتی ہو ابھی
 جو لڑتے ہیں دولت دینا ان پر لوٹ ہو
 اس وقت بزم یار سے ہم کو بھی اوجھل
 یارب اب یہ ظلم ہم سے تو دیکھنا جائے گا
 یاد آگیا ہر صبح شب وصل کا سماں
 چھوڑا جب اُس نے ساتھ ہمارا تو ہم کو کیلہ
 تاثیر جذبِ دل میں نہ تھی نہ خوش سلیقگی
 میں دیکھ لوں گا اُن کو نہیں دیکھتا ہو تو
 کچھ مانگنے کو میں نے اٹھائے نہیں ہیں ہاتھ
 مجھ کو خبر نہیں مجھے کس کی تلاش ہو
 طوفانِ اشک نے نہ نکلنے دیا ہم سے
 کینہی اور رات بھر کے نشے ہو گئے ہرن
 دل اپنا مجھ گیا ہوا چرخِ سحر کے ساتھ

(شاعرہ)

(ق)

سی

دستِ آریہ سہ ۱۳۲۷ھ

کی ہو کچھ تقلید اندازِ خرام یار کی
 روکشِ خلد بریں دیوارِ بام یار کی
 طالبِ جنت ہو وہ اولادِ یار کس طرح
 تم کھلے بند دل پھر داور ہم مقید ہی ہیں
 چالِ خود بتلا رہی ہو چرخِ کج رفتار کی
 چشمِ تر تفسیرِ تجھی تختہِ اکھٹار کی
 جو نہ لے منت کسی کے سایہ دیوار کی
 واہ کیا اچھی ہویں پابندیاں اقولہ کی

کے ساتھ
 ساتھ
 کے ساتھ
 کے ساتھ

فرط سوانی میں ایک گونہ مزا ملنے لگا
ہم صغیران عدم سوتے ہیں کیا آرام سے
ہائے اب بھی پاؤں سے ہندی نہیں چھینتی
پتہ و شکت کے ناخن بڑھ گئے آئی بہار
گوش ہیں دیوار و در کو رشک سے منہ بند
دل یہ کہتا ہو کہ ذکر العیش نصف العیش ہو
انقلاب دہر جاتا ہو کنواں سیول کے پاس
بخش دیتا ہوں میں اس کو اپنی آنکھوں کا ٹوا

چھیر کر کھانے لگے ہم گالیاں بازار کی
کتنی تھنڈی چھانور قاتل تری لو آکی
یاں تو نبضیں گھٹ گئیں ظالم سے بیمار کی
دھبیاں اڑنے لگیں پھر زخم داسن ار کی
داستان کس کو سناؤں اشتیاق یار کی
عقل کہتی ہو کہ اس کی آرزو بے کار کی
آہلوں کو جستجو ہو وادئی پر خار کی
طرح ڈالی جس نے یارب احسن کے بازار کی

وہ انگلیں مٹ گئیں وہ ولولے جاتے رہے
مشاعرہ بزم زنداں ہائے کیفی کیا کہیں طاقت نہیں گفتار کی
۱۱۳۰

ہر اک سے مل کے ہتی ہو الگ طرزیایں
کہاں ایسا مقدر باریابی ہو وہاں میری
زبان زرد شل غرقا ہو گئی ہو داستان میری
فقط اک شغل بے کاری ہو فریاد و فغان میری
عدو کار و زروشن تیرہ و تار یک ہو جائے
جواب خطا میں کہنی چڑی باتیں اس نے لکھی ہیں
زبان حال سے کہتا ہو گل گلچیں کے دہن میں
تو افسردہ ہوا تو آتش گل بھونکے اس کو
کوئی پرسان حال اپنا نہیں لیکن خدا رکھے
زبہ قسمت بگڑ کر بھی بن آتی ہو عجب صورت
نہو جاؤں کس آزاد دشمن کی اسیری سے

اکیلی پھرتی ہو پتیں داستانوں میں باں میری
وہ آئیں میرے گھر اتنی بڑی قہر میں میری
کہاں نہ چائیں وحشت نے اڑا کر چھیاں میری
نہ مانا ہو نہ مانے گا کبھی یہ آسماں میری
زلزلے میں ہوا باندھے جو آہوں کا دھواں میری
الہی آج تو گھٹی میں ہیں پانچوں انگلیاں میری
کرے گا جستجو کیا کیا چین میں باغباں میری
بسر ہو جائے گی کچھ دن چینی بے آسماں میری
فقط اک کس سپری ہو گئی ہو قدر داں میری
شکست رنگ سے ہیں عیاں نگیناں میری
الہی کٹ نہ جائیں اپنے دل میں بیڑیاں میری

درد زنداں سے
ترقی ہوتی ہو
میں وہ تباہ
کچھ اس نے یا
سوال ہوئے لب
وہی سنتا ہوا
الہی امیری نہ
سنائی کچھ نہیں

مشاعرہ بزم زنداں

اگر نکلے غبار آ
سمجھ میں آ گیا
دہن سے پھولا
تصویر غم سے
بڑے مقل میرا
الہی اجلہ آئینہ
تری خاطر سے
جنوں میں لٹ
محبت کس طر
تھارا دل بڑ
عیاں ہو آئینہ

یاں بازار کی
آل تری لو کی
سے بیمار کی
م داسن کی
تیاق یار کی
زورے کار کی
ن پو خار کی
ن کے بازار کی

چند

نہاں میری
تحت کمال میری
لڑجیاں میری
سماں میری
کاھلوں میری
چکیاں میری
اں میری
س میری
ن میری
نیاں میری
نیاں میری

دور زنداں سے باہر کب ہویں اس ناتوانی پر
ترقی ہوتی ہے جس وقت میں پہلو بدلتا ہوں
میں وہ تباہ ہوں مجھ کو کس یار یا بیگانے
کچھ اس نے یاد کر لی ہے کچھ اُس نے یاد کر لی ہے
سوال بوسہ لب کیوں جو جس تلخ کامی ہو
وہی سنتا ہوں یہ سنتا ہوں میں عاشق فریاد
الہی امیری خاموشی میں ہے تاثیر گویائی
سنائی کچھ نہیں دیتا کسی کو ہر وہ ہنگامہ
عجب کچھ وضع کی پابند ہیں چھایاں میری
نہی ہیں زرد بان درد دل یہ پلایاں میری
بہت کی جستجو گرد و نواح آشیاں میری
ہوئی ہے جا بجا سے کڑے کڑے اتناں میری
نہ اس قابل میں میرا نہ اس قابل باں میری
مگر یاروں کو ازبر ہو گئی ہے داستان میری
خوشامد کرتے کرتے تھک گئی اب تو باں میری
نئے پہلو سے میرا پردہ کھتی ہے غماں میری

شاہد لکھو ہی ہستم حضرت غفران اگر مجھ کو ملے سوار عسبر اینکال میری
فدائے شاہد وساتی کروں کا شکر کئی فی (باجہ) ق

اگر نکلے غبار آمیز آہ آتشیں اپنی
سمجھ میں آگیا وحشت ہوئی جب ہم قریب اپنی
دہن سے پھول برساتی ہے آہ آتشیں اپنی
تصور غم سے شش آہا ہو قیامت تو قیامت ہو
بڑے قتل میں آئے ہو ذرا سیدھے تو ہو جاؤ
الہی اجلہ آنکھیں بند ہو جائیں تو اچھا ہو
تری خاطر سے غیروں کی بھی خاطر دیاں آتے
جنوں میں لٹ گئے ہم اب تو خالی اُتھ بیٹھے ہیں
محبت کس طرح نبھتی ہے آئندہ خدا معلوم
تھارا دل بڑھانے کے لیے تعریف کرتے ہیں
عمیاں ہے آنکھ کے پردوں کو شعلوں کی جھلکاؤں

زیر سمجھے فلک اپنا فلک سمجھے زیر اپنی
فلک اپنا نہ اپنا تھا نہ اپنی تھی زیر اپنی
فلک بھر لے گا داسن گود بھر لے گی زیر اپنی
وہاں کیا خسر ہو گا؟ جیسے حالت ہو میں اپنی
سنبھالو اپنے داسن کو اچڑھا لو آتشیں اپنی
کسی کے دل میں کھٹکے گی نگاہ واپس اپنی
طبیعت گر نہ توئی اس قدر شک آفریں اپنی
ہوئی ہوئید و اماں بیاباں آستیں اپنی
نبھی جاتی ہے اب تک تو بائیں ہیں اپنی
مگر کیا بے اثر نکلی صدائے آفریں اپنی
چرخ زیر داسن ہے کہ آہ آتشیں اپنی؟

سرا انکھوں پر جگہ دیتا ہوں کھینچی فتنہ زکو
یہی ہو نازنین اپنی یہی ہو حور عین اپنی

برفارش کے لیے کھینچی! کہیں کیا شرم آئی تو
خطائیں نہ خواہیں گے کسی سے کچھ ہیں اپنی

اردو سہ ماہی ۱۹۰۵ء
جلد ۱۳۳۳

کس کے دل میں کھپ گئی؟ کس کی نظر پر چلی
میرے دل ہی تو خدا معلوم کس کو پہنچ گئی
ہنستے ہنستے ہاتھ اس نے اپنے منہ پر رکھ لیا
آسمان سے آج بجلی گرتے گرتے پہنچ گئی
لے گئی سائے عواس اب تقاباں پر داتا
عرش تک آہ رسا کب میری بے لالچ گئی
خون عاشق ہو کہ رنگ بے وفا ہی ہو سکر
چشم بدور آپ کے ہاتھوں میں ہند چ گئی
دل کے جانے پر یہ زور و شور فریاد و فغا
بات اتنی سی تھی اُس کی حوصم اتنی چ گئی
پیش قدمی کر کے اُس ظالم سے ملتے ہی نہی
تیز و تند و تلخ و دیرینہ شراب آتش سلم
ہاتھ کیا آیا بگڑ کر بات کی بھی پہنچ گئی
میرے ساتی نے مجھے جتنی پلائی پہنچ گئی

اب تو محو خانے میں کھینچی! ایک ستا سا
صحیفہ جلد ۱۴۴ نمبر (۱) وہ جھبیلام کٹوں کا اور وہ کچھ پہنچ گئی
(بابہ دوم شوال ۱۳۲۶ء)

۱۳۲۶ء سے ۱۳۲۷ء تک

منظور ہو نظارہ جس کو وہ آئے جھانکے
روزن ہیں میرے دل میں دیوار لاکھان کے
بوسے ہزار لیں گے ہم سنگ آسائے کے
ہیں خار چشم دشمن گل چشم پاسبان کے
اب بھی یہ حوصلے ہیں دل خستہ کی فغاں کے
مل جاتے ہیں زمین سے قلابے آسمان کے
نظارہ سوز آنسو ہیں چشم خون فغاں کے
شعلے بھڑک رہے ہیں کیا سوز میں فغاں کے
چھبٹے ہیں حرف دل میں نفرت کی آسائے کے
گو یا بچھے ہوئے ہیں گلے مری نہاں کے
قلب و جگر کے چھالے اور گیلے زبان کے
گردش نے روئی رکھی کانوں میں آسائے کے
خود رنگان الفت کیا اپنی پہنچ دیکھیں
زینے بنے ہوئے ہیں کیا آہ ناتواں کے
ڈنکے بجے ہوئے ہیں کیا اوپر فی فغاں کے
ذرے ہیں یہ زیریں کتے آئے ہیں آسائے کے

بربادی چمن
زخم جگر کی لذت
کیوں کر ہو غم
وہ ہم کو یاد کرتے
پیوند خاک ہو
ہوں اول اور
ای دست شور

شاعرہ بزم زندہ

تھم تھم کے ٹپکے
شکوہ ہی ہیں
زخمی ہو جوں
کچھ زور سے ہوا
تم غیر کو دیکھو جو
پھر زخم لگا دل
اشکوں کا تلاطم
آئنے میں شکل
کیا دلوں میں جوا
غیروں کو محبت
جوبل پہ گزرتی
سوچو تو ذرا دیکھیں

عن مصنفہ ۱۳۲۷ء

معلوم کس کو سچ گئی
لی کرتے گرتے سچ گئی
اکب میری بیکار گئی
اتھوں میں ہند سچ گئی
س کی صوم اتنی سچ گئی
یات کی بھی سچ گئی
بھ جتنی پلانی سچ گئی

دیا بندہ دوم شوال ۱۳۲۹ھ

دل میں دیوار افسانہ کے
دل چیم پاسبان کے
قلبے آسمان کے
یا سوزش نیاں کے
نئے مری نہاں کے
کہاں اتناں کے
دیر فی نیاں کے
ایکے ہیں نیاں کے

ای برق! چار تنکے تھے میرے آستان کے
حق نمک ہیں باقی ان کے لب و لہجہ ان کے
ظاہر ہی درد میرا جس سے راز داں کے
فقرے گھرے ہوئے ہیں اپنے راز داں کے
کاش اپنی قبر ہوتی چکر میں آسمان کے
دیکھو تو فی الحقیقت ہوں ساتھ کاڑاں کے
محبوب کسنگی سے پڑے ہیں آسمان کے

بربادی چمن پر کس وقت رحم آیا
زخم جگر کی لذت کم ہونے تا قیامت
کیوں کر ہو غم گساری غم خوار کی الہی!
وہ ہم کو یاد کرتے پھر ہم کو چین آتا
پیوند خاک ہو کر رنگ زمیں نہوتے
ہول اول اور آخر باگ جس کی ناند
ای دست شوق! ناخن لے ہوش کے کیا

شاعرہ زم زندہ
کیفیفی ابو میکہ سے میں ہنسا دھام چاہو
یا کر رکھو منغاں کو یا ہو رہو منغاں کے
بابہ ۱۳۲۹ھ

آتا ہی لہو دل میں جو رس کے جگر سے
منہ پھیر لیا اس نے جادہ ہم تھے ادھر
مرہم بھی لگاتا ہوں تو میں تیرے پر
دیکھوں کہ نہ دیکھوں تجھے حسرت کی نظر
تڑپے کہ نہ تڑپے کوئی تر سے کہ نہ تر سے
مارا وہیں کافر نے اسی تیرے
اندھ بجائے مری گشتی کو بھنور سے
دیکھو گے اگر دیکھنے والوں کی نظر
راتوں کو کہاں جاتے ہو چھپ چھپ کے ادھر
تم آپ نہ گرجاؤ کہیں اپنی نظر سے
جس وقت گزرتا ہوں تری اہل تر سے
تم دیکھتے ہو کس کو حقارت کی نظر سے

تھم تھم کے پٹکتا ہی مرے دیدہ تر سے
شکوہ ہی ہمیں اپنی محبت کی نظر سے
زخمی ہی جو دل ناوک دل و ز نظر سے
کچھ زور سے ہوتا ہی نہ زاری سے نہ زگر
تم غیر کو دیکھو جو محبت کی نظر سے
پھر زخم لگا دل پہ مرے زخم جہاں تھا
اشکوں کا تلاطم کہیں دل کو نہ ڈوبو
آٹنے میں شکل اپنی نہ پہچان سکوں گے
کیا دوں میں جواب ان کو وہ یہ پوچھ رہی
غیروں کو محبت کی نگاہوں سے نہ دیکھو
جو بل پہ گزرتی ہو وہ نہیں کہ نہیں سکتا
سو جو تو ذرا دیکھنے والا ہی تھا را

عن مصنف جرنے اس پر ایک اور مصرع بھی لکایا ہے ع - معشوق ملا کرتے ہیں الفت کی نظر سے ۱۲ ج

ہیں جلوہ کہ جوشِ رحمت میں گنہ گار
ای دست جنوں! امانت سے وقت نہ مل جا
لے لوں گامیں اعطائے تری دستارائی
جب ہوگی قیامت تے کو چہ ہی میں تکی
مارا بھی تو مارا مجھے اک تیر ہوئی
دن رات تو فرصت کبھی ہوتی نہیں تم کو
پھر جائے گا پانی تے اعمال پہ زاہد!
بڑ بول ہو تم کیا کہوں کچھ کہ نہیں سکتا
کس منہ سے دعا اصل کی ناگوں میں شب بھر؟

پردہ در توبہ کا بنا دامن تر سے
تو کیلئے یہ چاک گریبان سحر سے
اک تار بھی کم ہو جو مرے امن تر سے
فتنہ جو اٹھے گا وہ اٹھے گا ترے گھر سے
دیکھا بھی تو دیکھا غلط انداز نظر سے
ملنے کا جُدا وقت ہو کیا شام و سحر سے!
قطرہ بھی جو ٹپکے گا مرے دامن تر سے
اس وقت میں خاموش ہوں نہ کہے ڈر سے
مطلب بھی تو ملتا نہیں اب لفظ اثر سے

دل پر ترے کیفی کے بڑی چوٹ لگی ہو
سینک اس کو مے پیر مغاں آتش تر سے
شاہد عین حضرت نین
خجند آبادی

جلوہ ترا اسیر طرسم خیال ہو
لب بند ہیں کہ بند زبان سوال ہو
ہم سے نہ بولے کوئی تو ہم کیوں اب ہیں
اچھا ہو یہ بگاڑ کہ چھوٹا میں رشک سے
عاشق خود اپنے حسن طلب کا ہو فقیر
یہ انتظار وعدہ فردا سے کھل گیا
کہتا ہوں کچھ کہو تو وہ کہتے ہیں کیا کہو؟
شرمندہ روا ہو نہ منت کش دعا
پاتا ہو دل سے کیا صلہ لذت خلش
مشکل وہ کون سی ہو جو آساں نہ ہوگی

اور اس کی اب ہاں سے رائی محال ہو
یہ منت حلاوت حسن مقال ہو
صورت اگرچہ رُوئے سخن کی سوال ہو
خوش ہوں کہ اُن کو صرف مجھی سے ال ہو
تم سے سوال ہو نہ کسی سے سوال ہو
بے شبہ اُن کی چال قیامت کی چال ہو
عذر جواب یا ربھی الٹا سوال ہو
ناگفتہ بہ مریض محبت کا حال ہو
ہر خار گلستانِ محبت نہال ہو
دشواریوں کا سہل نمونا محال ہو

مجبور ہوں و گرنہ

(شاہد حضرت نین)

کسی پر جان جاتی
بھلا کیا نہیں لجا
نہ پریوں کی تمنا ہو
کبھی جن کو کسی سے

صحیفہ جلد ۱۱ نمبر

تمہیں فرصت نہیں
ملا کر دفتر غم اپنا تو
ہوئی کیا ہم صفیا
میر و مشوق کا

د صحیفہ جلد ۱۱ نمبر

دوست مالِ خدا
گنجائش کلام کہا
یوں تو ذیلِ درج
کچھ رنگ انقلاب
کیا دیکھتا ہوں
کس دل جلے گا

دامن تر سے
 ریاں سحر سے
 دامن تر سے
 بھٹے گاترے گھر سے
 لٹا انداز نظر سے
 کیا شام و سحر سے
 سرے دامن تر سے
 ہوں نہ کے ڈر سے
 ہوں نہ کے ڈر سے

۲۷
 محبوب رہوں و گرنہ دُعا بھی نہ مانگتا
 کیا بے محل تبسم سین سوال ہو
 (شاعرہ حضرت نین) سکتا دراز دامن گر و ملال ہو
 (بابۃ شہداء) وہ خواب میں ملے بھی تو نفع و صفا کر لے
 کسی پر جان جاتی ہو کسی پر دل تصدق ہو
 گئے وہ دن کہ ہم کہتے تھے بندہ بے تعلق ہو
 بھلا کیا تیرے لیے جاو گلاں جان ای تو قال
 یہ تیرے ہی لیے ہوا یہ تجھ پر ہی تصدق ہو
 نہ پروں کی تنہا ہو نہ خواہش جو جنت کی
 تھامے ہو چکے ہم را ب کسی سے کیا تعلق ہو
 کبھی جن کو کسی سے بات کرتے شان بگ بھی
 خدا کی شان اباں کی زباں محو خلق ہو
 طریق عشق میں کیفی کہاں کی عاقبت بینی
 (بابۃ شہداء) صحیفہ جلد (۱) نمبر (۵) امور مملکت میں حاجت غور و تعمق ہو
 تمہیں فرصت نہیں اباں نہ ایک یہ بھی ہو
 زمانہ ایک وہ بھی تھا زمانہ ایک یہ بھی ہو
 ملا کر دفتر غم اپنا قصوں کی کتابوں میں
 ہم اُن سے کہتے ہیں در زمانہ ایک یہ بھی ہو
 ہوئی کیا ہم صغیر ان جن کی خانہ بربادی
 بھڑک کر آتش گل آستانہ ایک یہ بھی ہو
 مری و معشوق کا روزانہ جلسہ ایک بھی تھا
 ہمیں ہم ہیں فقط بزم شبانہ ایک یہ بھی ہو
 انھیں بے حد شکایت ہو مری نازک فراہی کی
 (بابۃ شہداء) صحیفہ جلد (۱) نمبر (۵) کہ فرماتے ہیں طرز عاشقانہ ایک یہ بھی ہو
 وسعت آمل خانہ خرابی نظریں ہو
 صحرے لق و دق سے چھوٹے سے گھر ہو
 گنجائش کلام کہاں خیر و شر میں ہو
 جب تم بشر میں ہو تو بھی کچھ بشر میں ہو
 یوں تو ذلیل و خوار ہر اک کی نظر میں ہو
 بندے کی شان چشم حقیقت نگر میں ہو
 کچھ رنگ انقلاب تمھاری نظر میں ہو
 اب دل میں غلط ہو نہ کاوش جگر میں ہو
 کیا دیکھتا ہوں ات کو میں اب میں کیلئے
 اک ہاتھ ہو گلے میں تھے اک کمر میں ہو
 کس دل جلے کا ڈھیر ہو یا رب تری پنا
 اس را کھ میں شر ہو جنہم شر میں ہو

سرت

کوشش ہو دامن پر پروانہ کی عبت
کس طرح کچھ کہوں شب مار فراق سے
بندہ بشر ہو غفو خطا کا اُسید و
غفور ابن گئے ہیں چھڑکتے تھے جو نکاح
کی ہم نے معصیت بھی سلیقے سے دیکھ لو
دیوانہ پن مرا ترے جلوے سے گم ہیں
دنیا تمام پھر گئی دل تو نہیں پھرا
میں جانتا ہوں لبہ مری غرت ابرو
لڑتی تھی آنکھ اب نہیں لیتی نگاہ تک
واعظا! یہ اپنی اپنی نگہ ہو کہ حور خلد
پوچھو کلیم ہم سے جمال و جلال یار
یہ جنگ زرگری مری آنکھوں سے دھینا
دل اک نگاہ ناز میں لیتے نہیں تو خیر
ارض و سما ہی وقف نگاہ امید ویاں

مصروف کیوں حفاظت شمع سحر میں ہو
مشغول وہ تو بجیہ چاک سحر میں ہو
بے بس معاملات قضا و قدر میں ہو
کچھ ایسی چاشنی مے زخم جگر میں ہو
توبہ کی بھی شکن کوئی دامن کریں ہو
یوں بھی تو ایک بھیر تری رہ کر ہیں ہو
پہلے جو تھا وہی تو ہماری نظر میں ہو
میری نظر میں ہو نہ تمہاری نظر میں ہو
وہ بھی نظر میں ہو مری یہ بھی نظر میں ہو
تیری نظر میں کچھ ہو کچھ اپنی نظر میں ہو
تخصیص نور و ناز ہماری نظر میں ہو
دل میں ناپ اور لڑائی نظر میں ہو
کتے کا مال پھر یہ تمہاری نظر میں ہو
دنیا کی نیچ اونچ ہماری نظر میں ہو

کیفی ہی سو بروں کا برا پھر بھی سچ کہو
ایسا بھی کوئی شخص تمہاری نظر میں ہو؟
(اگر ہو تو وہ نام لکھو)

مجھ سخت جاں تاں کیا کیا گزند پہنچے
پہنچا ہے رنج تم نے جتنے عدد کی خاطر
مطر بے کان جس کے کچھ کہہ کے بھڑیے ہو
میرے سب سے یار بے نقصاں نہ ہو کسی کا
یادش بخیر جن کا یہ ذکر ہو رات تھا!

شل ہو گئے ہیں بازو ہیں درد مند پہنچے
ہم کو بلاتال اس سے دو چند پہنچے
اسی نپ گواہاں کیا آواز نپ پہنچے
دشمن کو بھی نہ مجھ سے کوئی گزند پہنچے
وہ خود پرست آئے وہ خود پر پند پہنچے

تاثر کچھ د
اک ہم و
کیا تیز رو
وینا سے
سینے میں
دل سے
دربار او
ہیں میسے

(صحیفہ جلد)

تبسم لب پہ
لے نیچی نگہ وہ
محیط عرش
ہزاروں لغتوا
مدنیہ جس کو کہ
جیسے تم چاہو
پریشا نوں کا
مے ناکردنی
لاکر آنکھ دل
خیر لیتے نہیں
متاع دل کی

مضاہلت شمع سحر میں ہو
 غصہ چاک سحر میں ہو
 قضا و قدر میں ہو
 مے زخم جگر میں ہو
 لونی دامان کریں ہو
 پھیر تری رہ گزریں ہو
 نو ہماری نظریں ہو
 تمہاری نظریں ہو
 مری یہ بھی نظریں ہو
 کچھ اپنی نظریں ہو
 ماری نظریں ہو
 انی نظریں ہو
 ماری نظریں ہو
 ی نظریں ہو

علی شام ۱۲۲۲
 درد مند پہنچے
 بند پہنچے
 بند پہنچے
 زند پہنچے
 بند پہنچے

سرت

تا بام یار۔ یارب! ٹوٹی کند پہنچے
 کم سخت سب قریب سخت ارجند پہنچے
 کب گرد کو بھی اس کی کوئی سمنڈ پہنچے
 خزند بعض پہنچے بعض نرند پہنچے
 اس درد کو ہلے وہ درد مند پہنچے
 عرش بلند سے بھی گز بھر بلند پہنچے
 کیا جانے کیا سمجھ کر ہم ستمند پہنچے
 پہنچائے تم نے جتنے اتنے گزند پہنچے

بیٹھے ہیں آج کیفی مسجد میں لے کے تسبیح
 (صحیفہ طبرہ نمبر ۵) ایسے میں کاش کوئی زنا زبند پہنچے
 (بابۃ عرم ۳۲۵)

تبسم لب پہ۔ جن بابت میں آنکھوں میں تھی ہو
 بیچمی نگہ وہ جان بھی لے کر تو سستی ہو
 محیط عرش و فرش اک حضرت انسان کی تھی ہو
 ہزاروں نعمتوں کی ایک نعمت تن رستی ہو
 مدینہ جس کو کہتے ہیں وہ جان ملک ہستی ہو
 جسے تم چاہو آنے دو جسے چاہو آنے دو
 پریشانوں کا سکن اور نگینوں کا ہی ہن
 مے ناکردنی اعمال ہیں ناقابل پرش
 ملا کر آنکھ دل لے لیتے ہیں وہ کس صفائی سے
 خبر لیتے نہیں تم اپنے بیمار محبت کی
 متاع دل کی قیمت ابھی جو ہو وہ دو کٹہ

وہ مژنا ز آئینے میں مجھ خود پرستی ہو
 سنا ہو قیمتی ہوتی ہو جو تلوار کستی ہو
 کوئی ایسی بلندی ہو نہ کوئی ایسی پستی ہو
 مگر آگے ترے پیار کے کیا اس کی ہستی ہو
 جہاں ہر بار ہر دم محبت باری برستی ہو
 تمہارا گھر ہی میں کیوں کر کون بند رہتی ہو
 ترا کو چہ تو کیا اک خانہ بردوشوں کی رہتی ہو
 الہی! میں ہوں کتنا آدمی بکیا میری رہتی ہو
 نگاہوں میں کسی عیار کی چالاک سستی ہو
 بجائے اشک اب آنکھوں کا بوسہ برستی ہو
 گزرتے میں یہ منگی اور اتے میں یہ سستی ہو

نشاں اس کا مٹا دو ہڈیاں کھدائے پھوٹا
فرار عاشق ناشاد پر عبرت برستی ہو

جگہ کیفی اگر تیری ہو چشم مست ساتی ہیں
دشاورہ نصرتیں تو پھر کچھ ذوق مستی اور لطف می پرستی ہو

وہاں تو دل جلانے کے لیے آغاز ہوتا ہے
یہاں اپنی وفار پر مجھ کو کیا کیا ناز ہوتا ہے
نہ وعدہ کیجیے استغفار اہم سے ملنے کا
فرج اکثر اسی دن آپ کا ناساز ہوتا ہے
گنہ گار اور پھر مجھ سا بخلائی میں نہیں کوئی
وہ عاصی ہوں کہ مجھ پر مغفرت کو ناز ہوتا ہے
عجب کچھ گو گو ہو داستان عشق بھی یارب!
نہ مخفی بات ہستی ہو نہ افشار از ہوتا ہو
سمجھتے ہیں میں کچھ آپ کی طر عبارت کو
عجب انداز سے مطلب قلم انداز ہوتا ہو
نگہ ملتے ہی ہم سے مردہ دل بھی بول اٹھتے
مگر جادو بھری آنکھوں میں بھی انجا ہوتا ہو

جناب حافظ شیرازہ کا سیر وہوں میں کیفی!
مرے شعروں میں کیفی بادہ شیراز ہوتا ہو

خوش چشم حوروش بھی ہو وہ خوش نظر بھی
آنکھوں میں سحر اور نظر میں اثر بھی ہو
سرخی اشک زردی رخ کا علاج کیا
ای چارہ گر اہنت کی تجھ کو خبر بھی ہو
دل ترک از روپ ہو آمادہ کس طسج
اُس کو تو پاس خاطر در د جگر بھی ہو
ذلت کے ساتھ ساتھ ہو غرت بھی عشق
یہ عیب کا ہی عیب ہنر کا ہنر بھی ہو
غولت شین کئے ملاست سے طرح
آسائش وطن بھی ہو لطف سفر بھی ہو

کیفی! بلارہا ہو انھیں تو جو اپنے گھر
ای خانماں خراب! کہیں تیرا گھر بھی ہو؟

فکر معاد ہو نہ تلاش معاش ہو
تکھو یا گیا ہوں میں مجھے اپنی تلاش ہو
تصویر میں اداسی و ادبھی نظر فریب
میں جانتا ہوں یہ بھی انھیں کی تلاش ہو
مجھ کو یہ یہ خیال کہ میں ہوں بال دوش
وہ یہ سمجھتے ہیں مے کشتے کی لاش ہو

بزم عدد میں
اندسے ہو
کھل کھیلتی ہو

صحیفہ جلد ۲۰

لب

دست

ہوتی

وہ

ہر جگہ

سامنے

ہو کا

دیکھا

پھر

تیری

مے

اس

شاعر

اپنے سائے سے

آپ کی راہ

جی کر اکر کے

بزمِ عدو میں وہ مری چپت ہیں بے قرار
یہ آہ بے صدا بھی عجب دل خراش ہو
اللہ سے ہجومِ تنہا کی آفتیں
دل پارہ پارہ اور جگر پاش پاش ہو
کھل کھیلتی ہو میری محبت بھری نگاہ
اب اک ذرا سی آن میں سب ازخاش ہو
کیفی کے حال سے ابھی واقف کہاں ہیں آپ
صحیفہ جلد ۲ نمبر ۱۰۹

بابتہ جہاد الی و لہ آخر ص ۱۲۲

لب پہ تعریف تری آئی ہو
مجھ پہ شیدا مری گویائی ہو
دست گسٹخ ہیں اور نہماش
وہ جو بگڑے ہیں تو بن آئی ہو
ہوتی ہو دل کی ٹرپے لکیں
بے قراری میں شکیبائی ہو
وہ مرے دل سے نکلتا ہی نہیں
لوگ کہتے ہیں کہ ہر جا ئی ہو
ہر جگہ ہیں ترے جلوے روشن
پھر یہ کیٹائی کی کیتائی ہو
سامنے سے نہ ہٹے یہ تصویر
جب تک اس آنکھ میں بنیائی ہو
ہو کامیدان بھی اللہ اللہ
نہ تماشا نہ تماشائی ہو
دیکھ اونچی نگاہوں والے!
پھر وہی دن ہیں وہی اتنی ہی
آکھ کس سے تری شرمائی ہو
تیری شتاق ہیں میری آنکھیں
پھر وہی عالم تنہائی ہو
مے حیات ابدی کشتوں کو
دل مرا تیرا منٹائی ہو
اس جگہ کوئی نہ آنے پائے
یہ بھی اک طرزِ مسجائی ہو
پاس میرے مری تنہائی ہو

۱۲۲۲

ٹانچ لے جلد ذرا سی کیفی
شاہدہ حضرت خیر

اپنے سائے سے جھکتے تھے جو پہلے پہلے
ساتھ غیروں کے وہ اب پھر ہیں الگ پہلے
آپ کی راہ میں کتنا کوئی بے چین ہو
سانس آخر میرے سینے میں کہاں تک پہلے
جی کڑا کر کے رکھو محبت گستاں میں قدم
دل نہ غنچوں کے چٹخنے کی صدا سے پہلے

پر عبرت برستی ہو

(رجب ۱۳۲۵ ق)

لو کیا کیا ناز ہوتا ہو
آپ کا ناز ہوتا ہو
بیخوفت کو ناز ہوتا ہو
نہ افشار از ہوتا ہو
بہ قلم انداز ہوتا ہو
یہ بھی انجان ہوتا ہو

بابتہ صفر ۱۳۲۱

میں اثر بھی ہو
بد کو خبر بھی ہو
دو جگر بھی ہو
ہمز بھی ہو
لف سفر بھی ہو

۱۳۲۲

پنی تلاش ہو
میں کی تلاش ہو
تہ کی تلاش ہو

دوم نکلتا ہو کہیں ہم سے گرا جانوں کا
دل نہ اناقت لاندیش کی خاطر کب تک؟
اب انھیں نہ عم اگر مہر و وفا کا ہو تو ہو
یہ ہیں اس کو چے کے آداب شرت و برکت
(صحیفہ جلد ۲ نمبر ۶)

ترک الفت کا ارادہ قصہ روپوشی بھی ہو
خود فروشی ہی نہیں ہو خود فروشی بھی ہو
کان میں لک بات سن لو آتا کہ دن تارنس
شیخ صاحب اپنی بھی لو اک بار کہہ کر اغصو
غیر کی خاطر سے ٹھیری ہو مری گردن فی
قلت و کثرت ہی کیفی! بات اپنے اٹھ کی
(صحیفہ جلد ۲ نمبر ۶)

یہ کیسی برہمی جب سامنے پیمانہ آتا ہو
نزاکت کا بُرا ہو وہ سنو نے بھی نہیں پا
خوشامد اور پھر اتنی خوشامد؟ اُس تکر کی
نہ پوچھو تم ادا کیا ہو شرارت کس کو کہتے ہیں
رخ روشن تھا راز زندگی بخش دو عالم ہو
تباہی و فم بدم معورہ عالم کی بڑھتی ہو
خدا جانے یہ کس خاک مقدس سجنا ہوگا
شراب آتش نے پھونک ڈالا تن بن کیفی
نظر اپنا سراپا مجھ کو آتش خانہ آتا ہو

لے کے د
مُسکرا
لاکھ تو
اے تو

یہ سال
تیرے
مار ڈالا
ہوں ا
بات کہ
چھوڑے

صغیہ

کر کر کے
پہلو تیر
کیا تیر
کیا دے
کیا کیا
آکھیر

ایک قصہ کے پہلے
جائیں گے جہاں جی پہلے
ہو کوئی اپنی جگہ کچھ کہہ لے

میں ہم آغوشی بھی ہو
یا لطف خاموشی بھی ہو
یہ کہنے کو سرگوشی بھی ہو
ی کی ڈونوشی بھی ہو
رب ابکے دوشی بھی ہو

(دق)

ست خانہ آتا ہے
سک شاہ آتا ہے
ت مراد آتا ہے
شو قانہ آتا ہے
وانہ آتا ہے
آہو
او

لے کے دل منہ پھیر لے ارجان بن کر جان لے
مُسکرا کر میرا دل لے نہیں کے میری جان لے
لاکھ تو پر دوں میں چھپ چھپ کے ہمارے جان لے
اب تو بہ ہو گرا ب کے تو اتنی مان لے
یہ سماں یہ چاندنی ہے اور مطرب عاشق نواز
تیرے وعدے کا بھروسہ کیا ہے یہاں
مار ڈالا مار ڈالا لٹ گئے ہم لٹ گئے!
ہوں اگر ظالم! ترے سب جو نہ ہاں آشکارا
بات کرنے کا سلیقہ تک نہ آتا تھا ہے
چھوڑے او دل! خیال خوبیاں چھوڑ
میرا دم ہو اگر تجھ کو کوئی پہچان لے
اُس کو ایسی کیا پڑی ہو جو مرا احسان لے
بناتے ہیں ہم بھی تجھ کو تو بھی اتنا جان لے
لے یہ تھوڑی سی ہی ہو میں قربان میری جان لے
جی پھر ٹک جانے ہمارا کوئی ایسی تان لے
اعتبار آتا نہیں سر پر اگر تیرا آن لے
تان لے پھر تان لے منہ پر ڈھپس تان لے!
نام بھولے سے حجت کا نہ پھر انسان لے
اب ہیں سے شان کی وہ بت خلک شان لے
مان لے، ناعاقبت اندیش! میری مان لے

دیکھ کیفی! بادہ دیر نسیم درو آمیز ہو
صحیفہ نبرہ جلد ۶
ریش قاضی میں ذرا اپنے سے پہلے چھان لے

کر کر کے ظلم ہم پر مظلوم آپ ٹھیرے
پہلو میں دل توڑ پا جنگل میں موزا چا
کیا تیرے بالکین نے الٹی بہانی گنگا
کیا دے کے لوں میں ساتی تیری مجھ بہت
کیا کیا فرے کی آفت کس کس طرح رہی جو
آنکھیں سپید کر دیں یعقوب کی رلا کر
ایسے سے یا الہی! کیوں کر ملاپ ٹھیرے؟
نالے کیے جو موزوں بے سُر لاپ ٹھیرے
پُن کے تھے کام اپنے جنتے وہ پاپ ٹھیرے
کیا اس کا تول ٹھیرے کیا اس کا ناب ٹھیرے؟
جس دن تہا ہے گھر میں اک رات آپ ٹھیرے
امی عشق! تو تہاے عاشق جو باب ٹھیرے

بھٹی کے جگھٹوں میں لذت نہیں رہی ہو
اپنا مقام کیفی! اب کوئی شاب ٹھیرے
قسمت محکوس ہو رہی ہو
ساعت منجھوس ہو رہی ہو

دسمبر ۱۹۱۲ء

چاہد شرب وصل تان کی کیوں
سروں محسوس ہو رہی ہو
مجھ سے اس شوخ کی طبیعت
اب کچھ مانوس ہو رہی ہو
پی پی کے شراب تھک گئے ہم
اب "یا قدوس" ہو رہی ہو
تیری زلف رسا کی شہرت
از چین تاروس ہو رہی ہو
بنیم دشمن میں آنکھ میسری
مثل جاسوس ہو رہی ہو
پھر لہنی طبیعت اس پہ نال
افس افسوس ہو رہی ہو

اپنی ہر آہ بت کدے میں

بانگ ناقوس ہو رہی ہو

اُن پہ الزام نہ آئے مری ناکامی سے
وہ نہ رسوا ہوں الہی! مری بدنامی سے
میں کہوں کچھ یہ کہے کچھ وہ سمجھ لیں کچھ او
بات کرتے ہوئے ڈرتا ہوں میں بنیامی سے
مجھ کو اصرار کا موقع نہیں ملنے دیتا
اب وہ کرتا نہیں انکار مگر آشامی سے
رشک اغیار سے کی ترک محبت ہم نے
تو وہ سمجھے ہیں کہ ہم ڈر گئے بدنامی سے

ہم سے پوچھے کوئی تعریف جناب کیفی

دیکھنے کو تو نظر آتے ہیں اک عامی سے

میری طرح نہ آہ کوئی بے اثر کرے
انسان اپنا کام ہر اک سچ کر کرے!
نخ سے نقاب دور جو وہ فتنہ کر کرے
سجدہ ملک، تو جان تصدق بشر کرے
مہمان کی طرح سے نہ آؤ نگاہ میں!
مستوق ہی وہ کیا ہی جو دل میں گھر کرے!
سوار آزمائے بھی عاشق سے ہی گریز
اب کوئی تم کو پیار کس امید پر کرے!
ساتی! جو تیری لذت بخش ہو عام فہم
تو بگناہ سے نہ کوئی عمر بھر کرے
سو جان سے فدا ہوں میں اس بے نیاز پر
مجھ سے گناہ گار کو جو درگزر کرے
یکس سر سے پانوں تک ہمہ تن حرف از ہوا
میری طرف نہ بھول کے کوئی نظر کرے

دل میں
رکھنے کو
دیکھے تو
وہ تیرے
کیا کیا
کیسی ڈ
ملتی ہو
زاہد صا

پائے گا
ای مرتج
آلودگی
دور و

اک آگر
سیراک
پہلو میر
پروانہ
لطف

سے غم
پنے غم

دل میں نماں خیال ہو اک پردہ دار کا
 رکھنے کو دل نے پانو تو رکھا ہو عشق میں
 دیکھے تو اس کی کوئی ملائک فریسیاں
 وہ تیر تیرا ہو جو کلیجے کے پار ہو
 کیا کیا بھری ہو دل میں ہمارے انانیت
 کیسی ڈھٹائیاں ہیں یہ؟ اللہ کی پناہ
 ملتی ہو اس کو منزل آوارگی کی راہ
 زاهد صلوٰۃ و صوم پہ یہ محب یہ غرور
 پائے گا روئے شاہد مقصود جس لوہ گر
 اسی مرجح محبت عالم اجواب ہے !
 آلودگی جاؤ ترویر۔ کیا کہوں؟
 دور روزہ زندگی کی خوشی کیا؟ ملا لیا
 دل سے دُعا نکلتی ہو کیفی! اترے لے
 اللہ تیرا خاتمہ ایمان پر کرے

اک آگ سی لگی ہوئی سب تن بدن ہیں
 سیر اک جہان کی ہیں حال دکن میں ہو
 پہلو میں دل۔ نہ جان گراں یہ تن ہیں
 پروانہ وار روح اُسی انجمن میں ہو
 لطف کلام کب یہ کسی کے سخن میں ہو
 سوز و گداز اس لیے میرے سخن میں ہو
 غربت بھی میمان ہمارے وطن میں ہو
 اپنا تو اک بھرم ہی بھرم پر ہیں ہیں
 پھر کس زمیں کا رنوق پہلے کفن میں ہو
 اک بات ہی تو ہو جو تھامے دہن میں ہو

عہ یہ غزل استاد مرحوم کے انتقال کے بعد ۲۹ رمضان ۱۳۲۹ء کو جناب شیخ یوسف علی صاحب خلو نے اپنے عم محترم مولوی حکیم نواز علی صاحب دست مرحوم (۳۱ ارجب ۱۳۲۹ء) کے ذخیرہ سے تلاش کر کے دی (دباج)

رہی ہو
 ج رہی ہو
 د رہی ہو
 چ رہی ہو
 و رہی ہو
 ہ رہی ہو

جری بزمانی سے
 ول میں پیغامی سے
 کار کو آشامی سے
 رگئے بزمانی سے

بہج کر کرے !
 برق بشر کرے
 ہین گھر کرے؟
 ہد کرے؟
 کرے
 کرے
 کی نظر کرے

کعبے میں بھی ہیں شیخ کو دنیا کی بخشش
دنیا ئے نازیں ہیں عجب دل فریبیاں
لوح مزار - تربت شیریں پہ کب ہو یہ
مشتوق نازیں ہو تو عاشق نیا کیش
سوار جاں نثاری کو اکادہ ہیں مگر
لاکھا بجا ہو پاں کا - ہونٹوں پہ یار کے
ہو گا، بتوں کو حشر میں شاید یہی عذاب
سااں کے دیکھ بھال سے ملتی تو ہو نجات
کیا گوگو میں تلخ ہماری ہو زندگی
انجم نہیں - ہو خون تنہا کی یادداشت
اک وہ ہیں مرنے والوں سے جو بے نیازی
ہر پھر کے پڑتی ہو دل تاریک پر غصہ
کس طرح حلقہ در توبہ - ہلا دیا
خیز زخم ملے دل کے، نہیں تازگی کہیں
بہتی ہیں ارد گرد درری کس میں سیریاں
وہ، او مجھ پہ ایسی نوازش، نہ نصیب
ہو تازگی فریب دوسد گلشن حدوث
لذت ہو خامشی میں کچھ ایسی - کہ لب نہ
ہر رگ زرد میں فتنہ خوابیدہ جاگ اٹھے
الہ کے، سوز آتش پنہاں کی درست
یہ جان اپنی جان - نہ یہ دل ہو اپنا دل

بیت الحرم میں ہو کہ - یہ بیت الحرم میں ہو
رنگ عروس تازہ اسی پیر زن میں ہو
چھاتی پہ اک پہاڑ - غم کوہ کن میں ہو
وہ طاق اپنے فن میں - یہ طاق اپنے فن میں ہو
اپنی تو جان - قبضہ شمشیر زن میں ہو
یار نگ سنج بزرگ گل یا سمن میں ہو
دفع چھپی ہوئی مرے دل کی طہن میں ہو
جو راہبر کا وصف ہو وہ راہ زن میں ہو
چپ میں ہو کچھ فرہ نہ حلاوت سخن میں ہو
اک اک گرہ، یہ دامن چرخ کھن میں ہو
اک وہ ہو جو کشاکش دار و درن میں ہو
یہ ایک شمع مردہ - مری انجمن میں ہو
کیا زوز ناز - ساقی تو بے شکن میں ہو
گویا ہماری سیر ہمارے چمن میں ہو
غربت میں کب ہو لطف جو اپنے وطن میں ہو
کیا آج، کوئی اور مرے پیر ہن میں ہو
جو پھول میرے دامن زخم کھن میں ہو
گویا زبان یار - ہمارے دہن میں ہو
انداز شور حشر تمھارے چلن میں ہو
بے مغز استخوان ہو جو سیر بدن میں ہو
ہم کیا ہیں؟ ایک پیکر مردہ کفن میں ہو

مشتوق - ۱

ہم اپنا حال

فریاد میں

اغیار تاب

سب تجھ کو

پابند شوق

اب ہو گے

جو ہم نشین

بلبل تری

میں جانتا

غربت پر

پاتا ہو دل

پر و انور

بے اخت

.....

کیفیت

انہ

اب

.....

.....

.....

.....

بلا جانے گرفتارِ بلا کی
خدا رکھے پریشاں خاطر کی
گئی اپنی جوانی ساتھ دل کے
برائی اور پھر میری برائی
ہنسی آتی ہو غواروں پہ اپنے
وہ بن کر آئے ہیں مئے غرادر
چھپاتے ہیں مجھ سے راز میرا
بہت کچھ شیخ نے پھر کی ہو تو بہ
بہت جی خوش ہو کیفی سے مل کر

کماں کا عیش کیسی خرمی ہو
ہمیں مائل نشاط بر بھی ہو
نقطہ اب جان جانے کی کمی ہو
جہی ہو دل میں اور لڑنے کی جہی ہو
عجب شادی نہ اپنی غمی ہو
محرم کا لباس ہاتھی ہو
یہ کیا اچھا ثبوتِ حسرتی ہو
مگر بندہ بشر ہی آدمی ہو
بہت سی خوبیوں کا آدمی ہو

ملے کیفی کو ساتی اچھی جاں
مشائخ پیر زادہ ہاشمی ہو (دق)

میں کہتا ہوں اُسے تو میری جاں ہو
ادھر ہم اور فریاد و فغاں ہو
یہ ہم ہیں یا ہمارا اک گماں ہو
نہ اب وہ ذوق آزار و فغاں ہو
مراشیوں ہو لبس کی فغاں ہو
نہاں سینے میں عشق گلِ رخاں ہو
خلش اقرارِ مری طس زبیاں ہو
عجب کچھ گو گو اس کا بیاں ہو
پتا چلتا ہو اتنا زاہدوں سے
کچھ اس کے جھکے ملنے میں بھی ہو فی

وہ کہتا ہو کہ یہ میری زباں ہو
ادھر وہ اور کچھ ہوں ہی نہ ہاں ہو
عیان جس کو سمجھتے ہیں نہاں ہو
نہ وہ نامہرباں نامہرباں ہو
یہ اپنا اپنا اندازِ بیاں ہو
گلابی اپنی آہوں کا دھواں ہو
دہن اک زخم ہو، کانٹا زباں ہو
نہیں سمجھو، نہیں۔ ہاں سمجھو ہاں ہو
ارم خانہ بدوشوں کا مکاں ہو
کہ آخر آسماں پھر آسماں ہو

نظر بازوں کو
انھیں آمادہ
اسیری نے کر
مرے حق پر
نہیں پھر تا
تھاری شوخ
کہوں کیا سر
بڑھی یہ خان
گرے گی سر
تجھے میں اپنے

ترقی ہو
جمعی ہو
آلی ہو
کے جمی ہو
فی ہو
ی ہو
ری ہو
ہو
می ہو

زباں ہی
ہی نہ پاں ہی
سناں ہی
سرباں ہی
سہاں ہی
سلاں ہی
سلاں ہی
سلاں ہی
سلاں ہی

19

نظر بازوں کو کر دیتی ہیں سرشار
انھیں آمادہ کرتے ہیں جفا پر
اسیری نے کیا ہو سبے آزاد
مرے حق میں سنگم! مشورہ کر
نہیں پھرتا ہی گا پاک کوئی محروم
تمھاری شوخیوں میں ڈھونڈتا ہوں
کہوں کیا سرگزشت اپنی کسی سے
بڑھی یہ خانہ ویرانی سے وقت
گرے گی سب پہلے اس پہ بجلی
تجھے میں اپنے دل میں ڈھونڈتا ہوں
یہ آنکھیں کس شہرِ اُبی کی دکان ہیں
ہمیں منظور اپنا امتحان ہی
مجھے صیاد کا گھر آشیاں ہیں
بڑا بوڑھا پُرانا آسمان ہی
عجب چلتی ہوئی تیری دکان ہیں
کہ میرے دل کی بے تابی کہاں ہیں؟
کہ اک اک بات اک اک دانتاں ہیں
کہ جو میرا مکاں ہو لا مکاں ہیں
کہ اونچا سبے جس کا آشیاں ہیں
ذرا کہہ دے کہ میرا دل کہاں ہیں؟
فقیروں میں ہی کیفی شیخِ کامل
تو زندوں میں بڑا پیرِ خاں ہیں



- ۱ کسی سر کچھ تقلید انداز غلام باری
 - ۲ رکوش خلد برین دیوار بام باری
 - ۳ طالب حنت ہو وہ آورہ یار کھج
 - ۴ تم کھیلے بند گرو اور ہم مقیدی
 - ۵ فرط سوار سن اگر نہ فراتلے
 - ۶ ہمسفر عدم شو میں کیا آرام کے
 - ۷ گما اری بیادوں کے ہند نہیں جی غف
 - ۸ بیجہ جنت کا حسن بڑے آئی بہار
 - ۹ گوش بن دیوار دور کو رکے نہ بند ہے
 - ۱۰ دل بیکہتا ہے کہ ذکر العیش نفق العیش ہے عقل کہتا ہے کہ اوکل آرزو بیگاری
 - ۱۱ انعقد ب دہر جاتا ہے نون بیاں چاکس آبلوں کو جسٹو ہے وادری خارجی
 - ۱۲ بخش دینا ہر مین او کو انہی کا کتاب
 - ۱۳ سحر و امکن مشک کین و ولولے جاری
- کلیں کیا کہیں طاقت نہیں غفار کی

۱۴

سرسر کی غزلیات ہر صنف کا (دستخطی) تعلق نمونہ ۱۱

عمرانی
جامع کلام شریف